بچوں کے لیے تعلیم، تفریح اور تربیت ساتھ ساتھ
ماہنامہ
لاہور
الف نگر
ALIF NAGAR
اکتوبر 2018ء
ثمر کی گُڑیا ثانی
بچوں کے لیے عمیرہ احمد کا منفرد کہانی سلسلہ
گیارہ بج کر ساٹھ منٹ

اکتوبر 2018ء

کامیابی کی دعا

حافظ مسعود نسیم

ہوشیار ہدہد درخت کی ٹہنی پر بیٹھا ہوا اللہ کی تسبیح بیان کر رہا تھا۔ اچانک اس کی نظر نیچے درخت میں بیٹھے کوئل کے بچے پر پڑی۔ وہ ہاتھ میں کتاب پکڑے کچھ پریشان دکھائی دے رہا تھا۔ ہوشیار ہدہد اس کے بالکل قریب جا بیٹھا۔ کوئل کے بچے نے فوراً ہدہد میاں کو سلام کیا۔

"وعلیکم السلام بیٹا! کیسے ہو؟" میاں ہدہد نے پوچھا۔

"میں ٹھیک ہوں الحمدللہ انکل جی آپ کیسے ہیں؟" کوئل کے بچے نے کہا۔

"میں بھی ٹھیک ہوں، خیریت ہے بیٹا؟ کچھ پریشان لگ رہے ہو۔" ہوشیار ہدہد نے پوچھا۔

"جی انکل! میرا سبق ہے، میں یاد کرنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن بھول جاتا ہوں اور مجھے جلدی یاد ہی نہیں ہوتا میں کیا کروں؟" کوئل کے بچے نے اداس لہجے میں کہا۔

"بیٹا! انکل کبھی پریشان نہیں ہوتے، اس کا حل تو میرے پاس موجود ہے۔" ہدہد میاں نے اسے پیار کرتے ہوئے کہا۔

"کون سا؟ جلدی سے بتائیں انکل جی!" کوئل کے بچے نے بے تابی سے پوچھا۔

"آج میں آپ کو قرآن مجید کی وہ آیت بتاتا ہوں جسے پڑھ کر آپ آسانی سے اپنا سبق یاد کر سکتے ہو۔ بھئی اس دعا کو سبق آسانی سے یاد کرنے والی دعا بھی کہا جا سکتا ہے۔

وہ آیت یہ ہے:

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۝ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي ۝ يَفْقَهُوا قَوْلِي ۝ (سورۃ طٰہٰ)

اے میرے رب میرا سینہ کھول دے۔ اور میرا کام آسان کر۔ اور میری زبان سے گرہ کھول دے کہ میری بات سمجھ لیں۔

"انکل! یہ تو بہت اچھی دعا ہے، میں ابھی یاد کرتا ہوں اسے۔" کوئل کا بچہ چہکا۔

"ہاں! بالکل اس دعا کو پڑھتے رہا کرو اور جب سبق دینے کی باری ہو تب بھی اس دعا کو ضرور پڑھا کرو۔" ہوشیار ہدہد نے کہا تو کوئل کا بچہ با آواز بلند دعا پڑھنے لگا۔ تو پیارے بچو! آپ بھی یہ دعا یاد کر کے اسے پڑھ سکتے ہیں۔

سچائی کا درس

دادا جان نے سبق سکھایا
سچ بولنے کا اجر بتایا

سچے چہرے روشن تارے
سچے من ہیں رب کو پیارے

سچی بات میں بڑی طلاوت
سچائی ہے رب کی نعمت

جھوٹ سے بچنا ہے ہم سب کو
اچھے بننا ہے ہم سب کو

سچ تو ہر مشکل کا حل ہے
سچائی کا روشن کل ہے

سچ کے راستے ہم اپنائیں
سچائی کا درس پھیلائیں

سچے لوگ ہیں شاد آباد
دادا جی کا سبق ہے یاد

"مجھے یقین تھا کہ تم کبھی نہیں بوجھ سکو گے۔ اب مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ تم میں کس کو ماروں اور کسے زندہ چھوڑوں؟" ملکہ نے دہاڑتے ہوئے پوچھا، تو شہزادے نے جلدی سے ماہ زاد کا نام لینے کے لیے منہ کھولا مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتا، ماہ زاد دو قدم آگے بڑھی اور گھٹنوں کے بل ملکہ کے سامنے بیٹھ گئی۔ "میں مرنے کے لیے تیار ہوں ملکہ۔ میرے دوست بہادر کو کچھ مت کہو۔ وہ ایک ملک کا شہزادہ ہے۔ اسے اپنے ملک کو آزاد کروانا ہے۔ اسے وہاں حکومت کرنی ہے۔ اس کی زندگی کی بہت ضرورت ہے۔" شہزادہ بہادر نے یہ الفاظ سنے تو شرم سے پانی پانی ہو گیا۔ "تو ماہ زاد اس کی اصلیت جانتی تھی اور وہ اس کی خاطر اپنی جان قربان کر رہی تھی جب کہ خود اس نے کیسی گھٹیا بات سوچی تھی۔ ماہ زاد کتنی بہادر تھی اور وہ کس قدر بزدل تھا۔" یہ سوچتے ہوئے یک دم اس کا سر لیے جھک گیا۔ "نہیں ملکہ! ماہ زاد ایک چھوٹی بچی ہے۔ وہ میری پیاری دوست ہے۔ میں اسے مرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔ تم مجھے مار ڈالو۔" ایک چھوٹی لڑکی کی بہادری نے بزدل شہزادے کو بہادر بنا دیا تھا۔ اب وہ ان شہزادوں جیسا ہو گیا تھا جن کی بہادری کے قصے دنیا بھر میں مشہور ہوتے ہیں۔

ملکہ نے پریوں کو بلا کر شہزادے کو لے جانے کی ہدایت دی۔ اس دوران ماہ زاد کے دماغ نے تیزی سے کام کیا۔ اس کے ذہن میں کل رات سے یہ بات اٹکی تھی کہ ملکہ نے انھیں ایک دن کی مہلت کس وجہ سے دی تھی۔ آخر وہ ایسا کرنے پر کیوں مجبور ہوئی تھی؟

پریوں نے شہزادے کو جکڑ لیا اور اسے گھسیٹتے ہوئے لے جانے لگیں۔ عین اس وقت ماہ زاد نے اونچی آواز میں کہا: "شہزادے کو چھوڑ دو۔ میں اس چیز کا نام جان گئی ہوں۔" ساری پریاں اور ان کی ملکہ حیرانی سے اسے دیکھنے لگیں۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تم جھوٹ بول رہی ہو لڑکی!" ملکہ نے چلا کر کہا۔

ماہ زاد جوش سے بولی: "تم نے پہیلی پر مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کیوں نہیں کی۔ اس لیے کہ تم ڈر گئی تھی۔ تب میرے پاس وہ چیز تھی جو تمھیں ختم کر سکتی ہے۔ میرے ہاتھ میں جلتی ہوئی لکڑی تھی۔ وہ چیز آگ ہے۔ تم آگ سے ڈرتی ہو۔"

ملکہ نے ایک دل خراش چیخ ماری اور پریوں نے شہزادے کو چھوڑ دیا۔

"تم بہت چالاک لڑکی ہو۔ تم نے ہمیں شکست دے دی۔ اب پریوں کے قانون کے مطابق مجھے تمھاری تین خواہشیں پوری کرنا ہوں گی۔ مانگو تمھیں کیا چاہیے؟" شہزادہ بہادر اور ماہ زاد خوشی کے مارے اچھل پڑے۔ ماہ زاد نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد اپنی پہلی خواہش بتائی: "میں چاہتی ہوں کہ شہزادہ بہادر کا ملک دشمن کے قبضے سے آزاد ہو جائے۔" (بقیہ صفحہ 23 پر)

''السلام علیکم دادا جان!'' بچے جوش سے دادا جان کو سلام کرتے ہوئے ان کے کمرے میں داخل ہوئے۔ ''وعلیکم السلام میرے بچو!'' دادا جان نے پیار سے جواب دیا۔ ''دادا جان! آج ہم کہانی سننے آئے ہیں۔''

''ہاں! آج میں آپ کو حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ سناؤں گا۔''

''جی دادا جان ضرور!'' بچوں نے کہا تو دادا جان نے قصہ شروع کیا۔ ''حضرت نوح علیہ السلام کے بعد یمن میں کافی سالوں بعد ایک قبیلہ آباد ہوا جس کا نام ''عاد'' تھا۔ یہ ایک عرب قبیلہ تھا۔ جس کے باشندے عمان کے علاقے ''احقاف'' میں رہتے تھے۔ یہ لوگ بہت امیر تھے۔ ان کے قد لمبے اور جسم مضبوط تھے۔ ان کے پاس بہت زیادہ جانور اور زرخیز زمینیں تھیں۔ لوگ کاروبار کے لیے ان کے ہاں آیا کرتے تھے۔''

''اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کے گھر بہت پیارے اور بڑے ہوں گے؟'' عفان نے حیرانی سے پوچھا۔ ''ہاں بیٹا! ان لوگوں نے پہاڑوں پر عالی شان گھر بنا رکھے تھے۔ یہ ہمیشہ خود کو دوسروں سے بہت بہتر سمجھتے لیکن اللہ کی نافرمانی کرتے تھے۔ کمزور لوگوں پر ظلم اور شرک جیسا گناہ ان میں عام تھا۔''

''کیسا ظلم دادا جان؟'' معاذ نے پوچھا۔ ''قافلوں کو لوٹنا اور بے گناہوں کو قتل کرنا وغیرہ۔ جب ان کا ظلم حد سے بڑھ گیا تو اللہ نے ان کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ آپ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کی اولاد میں سے تھے۔ آپ نے بھی قوم عاد کے لوگوں کو توحید کا پیغام دیا اور ظلم کرنے سے روکا۔''

''تو کیا قوم عاد نے ان کی بات مان لی؟'' ارفع جو کافی دیر سے خاموش تھی اچانک بولی۔ ''نہیں بیٹا! ان کی قوم کے زیادہ تر لوگوں نے ان کی بات نہ مانی بلکہ وہ کہتے کہ ہم ایک رب کی عبادت کیوں کریں؟ کیا تم ہمیں احمق سمجھتے ہو؟''

''اوہ! ایسا کیوں کیا انہوں نے دادا جان؟'' عفان نے پوچھا۔

''وہ لوگ حضرت ہود علیہ السلام کا مذاق اُڑاتے تھے اور کہتے تھے کہ تم تو ہماری طرح کے عام انسان ہو۔ ہماری ہی طرح کھاتے اور پیتے ہو۔ یہ بات تو ہم ہرگز نہیں مانتے کہ مرنے کے بعد ہم دوبارہ زندہ ہوں گے۔''

''پھر کیا ہوا دادا جان؟'' ارفع بولی۔ ''بیٹا! حضرت ہود علیہ السلام نے ان لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا۔ قوم عاد سے جب اللہ ناراض ہوا تو کافی عرصہ اس علاقے میں بارش نہ ہوئی۔ جس کی وجہ سے فصلیں سوکھنے لگیں اور پانی کی کمی ہوگئی۔ جانور مرنے لگے۔ باغات ویران ہو گئے۔ مگر قوم عاد توبہ کرنے کے بجائے اپنے معبودوں سے التجائیں کرنے لگی۔ تین سال تک ان پر یہی عذاب جاری رہا۔ ان کے جسم کی ساری طاقت ختم ہوگئی۔'' دادا جان تفصیل بتا رہے تھے۔

''دادا جان! کیا اس کے بعد انہوں نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لی؟'' معاذ نے پوچھا۔ ''نہیں بیٹا! قوم عاد کے لوگ بہت نافرمان تھے۔ وہ اس کے بعد بھی اپنی ضد پر اڑے رہے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ آسمان پر کالے کالے بادل چھا گئے۔ وہ سب بہت خوش ہوئے کہ اب اس مشکل سے نجات مل جائے گی، مگر بچو! اچانک بہت تیز آندھی چلی جس سے ان کے گھر، تباہ و برباد ہو گئے۔ جانور اور انسان آندھی کے زور سے اُڑتے اور جہاں گرتے وہیں مر جاتے۔ یہ طوفان سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل جاری رہا۔

''دادا جان کیا! ان ظالم لوگوں کے ساتھ نیک لوگ بھی ختم ہو گئے تھے؟'' ارفع پریشانی سے بولی۔ ''بیٹا! یہ اتنا تیز طوفان تھا کہ پوری بستی ویران ہوگئی۔ سب کافر ہلاک ہو گئے مگر اللہ نے اپنے فرمان بردار بندوں اور اپنے پیغمبر ہود علیہ السلام کو محفوظ رکھا۔ اس کے بعد حضرت ہود علیہ السلام نیک لوگوں کو لے کر یمن چلے گئے۔'' دادا جان نے بات ختم کی تو سب بچے سونے کی تیاری کرنے لگے۔

☆......☆......☆
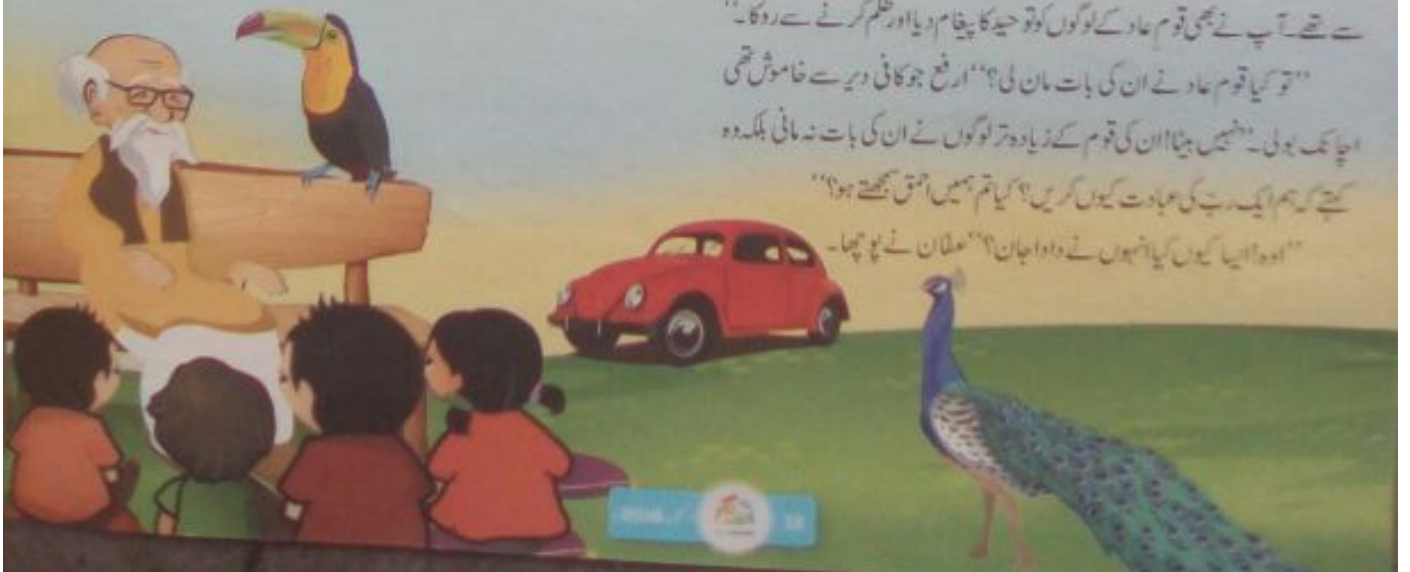
قارئین! ذیل میں دس جملے دیے گئے ہیں انھیں غور سے پڑھیے اور پھر بتایئے کہ ان میں سے کون سا جملہ میگزین کی کس تحریر اور کس صفحے سے لیا گیا ہے۔ جوابات چھوٹی پرچی پر لکھنے کے بجائے پورے صفحے پر لکھیں۔ بذریعہ قرعہ اندازی درست جوابات دینے والے تین بچوں کو خوب صورت انعامات دیے جائیں گے۔ اپنے نام کے ساتھ مکمل پتا ضرور لکھیے۔

1۔ آپ پریشان نہ ہوں بادشاہ سلامت! ہم واپس آرہے ہیں۔
2۔ جب وہ خود ہی ہمت نہیں کرتا تو اُس کی کون مدد کرسکتا ہے؟
3۔ موٹاپے کے علاج کے لیے آپ صبح جلدی اٹھا کریں۔
4۔ مقررہ وقت تک تمام بچوں کے والدین اسکول میں موجود تھے۔
5۔ ایک دوسرے سے چھپنے کے لیے وہ بہت دور نکل گئے۔
6۔ بارہ بجے اچانک پرنسپل صاحبہ ہماری کلاس میں آگئی تھیں۔
7۔ ان دونوں نے اس راز کی ہوا کسی کو نہیں لگنے دی تھی۔
8۔ وہ ہانپتے ہوئے وہیں سڑک کے کنارے بیٹھ گئے۔
9۔ مجھے معلوم ہے تم نے کبھی نیکی نہیں کی۔
10۔ اس کے باوجود کوئی اور مجھ سے آگے نہیں بڑھ رہا تھا۔

ماہ ستمبر کے شمارے میں "یہ رہا جملہ" کے درست جوابات بہت سے بچوں نے ارسال کیے۔ بذریعہ قرعہ اندازی تین بچوں کو انعام کا حق دار قرار دیا گیا۔

(1) ماہ رخ (حیدرآباد) (2) معصومہ زہرا (چکوال) (3) سہانا بشیر (داجل)

جوابات بھیجنے والے باقی بچوں کے نام:

محمد منیر علی رانجھا (چکوال)، امامہ تجمل (حیدرآباد)، محمد ثوبان (سرگودھا)، علشبہ نور (راولپنڈی)، مرزا تیمور بیگ (حیدرآباد)، فلک بنت ندیم (حیدرآباد)، ارسلان اکرم (چکوال)، خدیجہ بی بی (چکوال)، دانیہ شبیر (سکھر)، کبراں بنت (چکوال)، شفق نور (راولپنڈی)، حمزہ صافی (چترال)، عمران علی (ٹوبہ)، وسیم عباس (چکوال)، امان علی (چکوال)، شائلہ حیدر (کراچی)، نورین فردوسی (کوئٹہ)، نائمہ تحریم (کراچی)، منظر حسین (مظفرگڑھ)، خرم شبیر (ساہیوال)، جاسم فردوس (لاہور)، ملائکہ بی بی (چکوال)، عثمان حیدر (اوکاڑہ)، ملک محمد احسن (راولپنڈی)، مریم بنت کاشف (حیدرآباد)، ساغر حیات (کراچی)، عادل یمین (کراچی)، میمونہ حاتم (گجرات)، خنسا سلیم (فیصل آباد)، عدنان اکرم (لاہور)، کائنات شبیر (خانیوال)، خنساء شریف (ملتان)، ارحم سعید (جہلم)، شائستہ خرم (سیالکوٹ)، عائشہ رؤف (کراچی)، طہٰ یٰسین (حیدرآباد)، عنایہ حاکم (نواب شاہ)۔

بھالو ناکام ہوا

جاوید بسام

بھالو یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔

بہت دور جنگل میں ایک بھالو رہتا تھا۔ وہ بہت نیک دل تھا۔ ہمیشہ دوسروں کے کام آتا۔ ایک بار اس نے ایک خرگوش کو ڈوبنے سے بچایا، لومڑی کو شکنجے سے نکلنے میں مدد کی اور زخمی ہرن کو روز کھانا لا کر دیتا۔ سب جانور اسے پسند کرتے تھے مگر پھر آہستہ آہستہ اس کے دل میں غرور آ گیا۔ وہ بار بار اپنے کارناموں کا ذکر کرتا۔ نیکی کرنا اچھا عمل ہے لیکن غرور کرنا اچھی بات نہیں ہے۔

ایک دن بھالو ادھر ادھر گھوم رہا تھا کہ اسے ایک پہاڑی کے پیچھے چھوٹا سا راستہ نظر آیا۔ وہ اس پر گیا تو دیکھا ایک طرف اونچی پہاڑی اور دوسری جانب گہری کھائی ہے۔ وہاں ایک انار کا درخت سر اٹھائے کھڑا تھا۔

بھالو بولا: ”میاں درخت! تمھیں اگنے کے لیے یہی جگہ ملی تھی؟“

درخت بولا: ”قدرت جہاں چاہتی ہے ہم اُگ جاتے ہیں۔“

”یہاں تو تم سب کی نظروں سے چھپے ہوئے ہو۔“ یہ کہہ کر بھالو نے اپنے کارنامے بتانے شروع کر دیے۔ درخت خاموشی سے سنتا رہا۔ بھالو چپ ہوا تو درخت بولا: ”دوسروں کے کام آنا اچھی بات ہے مگر ان پر غرور نہیں کرنا چاہیے۔“

”کیا تم نے کبھی نیکی کا کوئی کام کیا ہے؟“ بھالو نے پوچھا۔

درخت خاموش رہا کیوں کہ اس نے ایسا کوئی کام نہیں کیا تھا۔

”مجھے معلوم ہے تم نے کبھی نیکی نہیں کی۔ تم تو ایسی جگہ پر ہو کہ کوئی تمھارے پھل بھی نہیں کھا سکتا اور تم اتنے کمزور ہو کہ میں اپنی پیٹھ کھجانے کے لیے تمھارے تنے پر زور ڈالوں تو تم جڑ سے اکھڑ جاؤ گے۔“ بھالو ہنس کر بولا۔ یہ سن کر درخت کو بہت دکھ ہوا کیوں کہ یہ حقیقت تھی۔ بھالو کچھ دیر وہاں کھڑا رہا پھر واپس چلا گیا۔

پھر اکثر یہ ہونے لگا کہ بھالو ٹہلتا ہوا وہاں آ جاتا اور درخت سے باتیں کرتا۔

ایک دن وہ درخت سے کہنے لگا: ”اب میں جانوروں کے ساتھ ساتھ انسانوں کی بھلائی بھی کرنا چاہتا ہوں۔ یقیناً تم اس چرواہے لڑکے کو جانتے ہو گے جو قریبی گاؤں سے بکریاں چرانے یہاں آتا ہے۔ وہ بہت غریب ہے۔ میں اس کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے ایک درخت پر شہد کا بہت بڑا چھتا دیکھا ہے۔ وہ دونوں میں

بچا ہے۔ کسی کو اس کا پتا نہیں۔ جب وہ شہد سے بھر جائے گا تو میں چرواہے کو وہاں لے جاؤں گا۔ پھر وہ شہد نکال کر کچھ پیسے کما لے گا۔"

"مگر تم اسے چھتے تک کیسے لے جاؤ گے؟" درخت نے پوچھا۔

"ہاں یہ بات ذرا مشکل ہے۔ میں اس کا حل سوچ رہا ہوں۔" بھالو نے کہا۔ دن گزرتے رہے۔ آخر انار کے درخت پر پھل لگنے کا موسم آ گیا۔ پہلے سرخ رنگ کے پھول کھلے پھر وہ دھیرے دھیرے پھلوں میں بدل گئے۔ پورا درخت اناروں سے لد گیا مگر انار کا درخت اداس تھا کیوں کہ اس کے پھلوں سے فائدہ اٹھانے والا کوئی نہیں تھا۔

اسی دوران بھالو نے دیکھا کہ چھتا شہد سے بھر گیا ہے۔ وہ کوئی طریقہ سوچتا رہا۔ آخر اس کے ذہن میں ایک اچھی ترکیب آ گئی۔ اب اسے غریب چرواہے کی تلاش تھی مگر وہ دو دن تک نہ ملا۔ بھالو اسے ڈھونڈتا ہوا گاؤں تک چلا گیا مگر وہ نہیں ملا۔ بھالو پہاڑ اور پہاڑوں پر چڑھنے لگا۔ چلتے چلتے وہ چھتے کی طرف چلا گیا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ چھتا کوئی اتار کر لے گیا تھا۔ وہ بہت رنجیدہ ہوا اور سوچتا ہوا واپس چل دیا۔ آخر وہ انار کے درخت کی طرف جا نکلا۔ جب وہ پہاڑی کے پیچھے گیا تو اس نے دیکھا کہ انار کا درخت خوشی سے جھوم رہا ہے اور اس پر ایک بھی پھل نہیں ہے۔ وہ ابھی حیران کھڑا تھا کہ انار کا درخت ہنس کر بولا: "میاں بھالو! اتنا حیران مت ہو۔"

"یہ ... یہ کیسے ہوا؟" بھالو نے پوچھا۔

درخت بولا: "سنو! کچھ دن پہلے میں پھلوں سے لدا دعا کر رہا تھا کہ کوئی انسان یہاں آئے اور میرے پھل توڑ لے کیوں کہ وہ پک چکے تھے۔ اسی دوران ایک چرواہے اور اس کی بکریوں کی آوازیں آنے لگیں۔ میں دعا کرتا رہا۔ آخر ایک بکری کا بچہ میرے پاس آ گیا۔ چرواہا اس کے پیچھے آیا اور اسے پکڑ لیا۔ پھر اس کی نظر مجھ پر پڑی۔ وہ کچھ دیر سوچتا رہا پھر واپس پلٹ گیا۔ اگلے دن آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک تھیلا تھا اور وہ میرے سب پھل توڑ کر لے گیا۔ اب وہ انھیں قریبی شہر میں بیچ گیا ہوا ہے۔ میاں بھالو! یہ نیکی میرے حصے میں آئی تھی۔"

یہ سن کر بھالو کچھ دیر سوچتا رہا پھر بولا: "ہاں! تم ٹھیک کہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نیت دیکھتا ہے۔ تم نیکی کرنا چاہتے تھے اور میں اپنی واہ واہ کرانے کے لیے یہ کام کر رہا تھا۔ اسی لیے مجھے ناکامی ہوئی لیکن اب میری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ میں آئندہ کبھی غرور نہیں کروں گا۔"
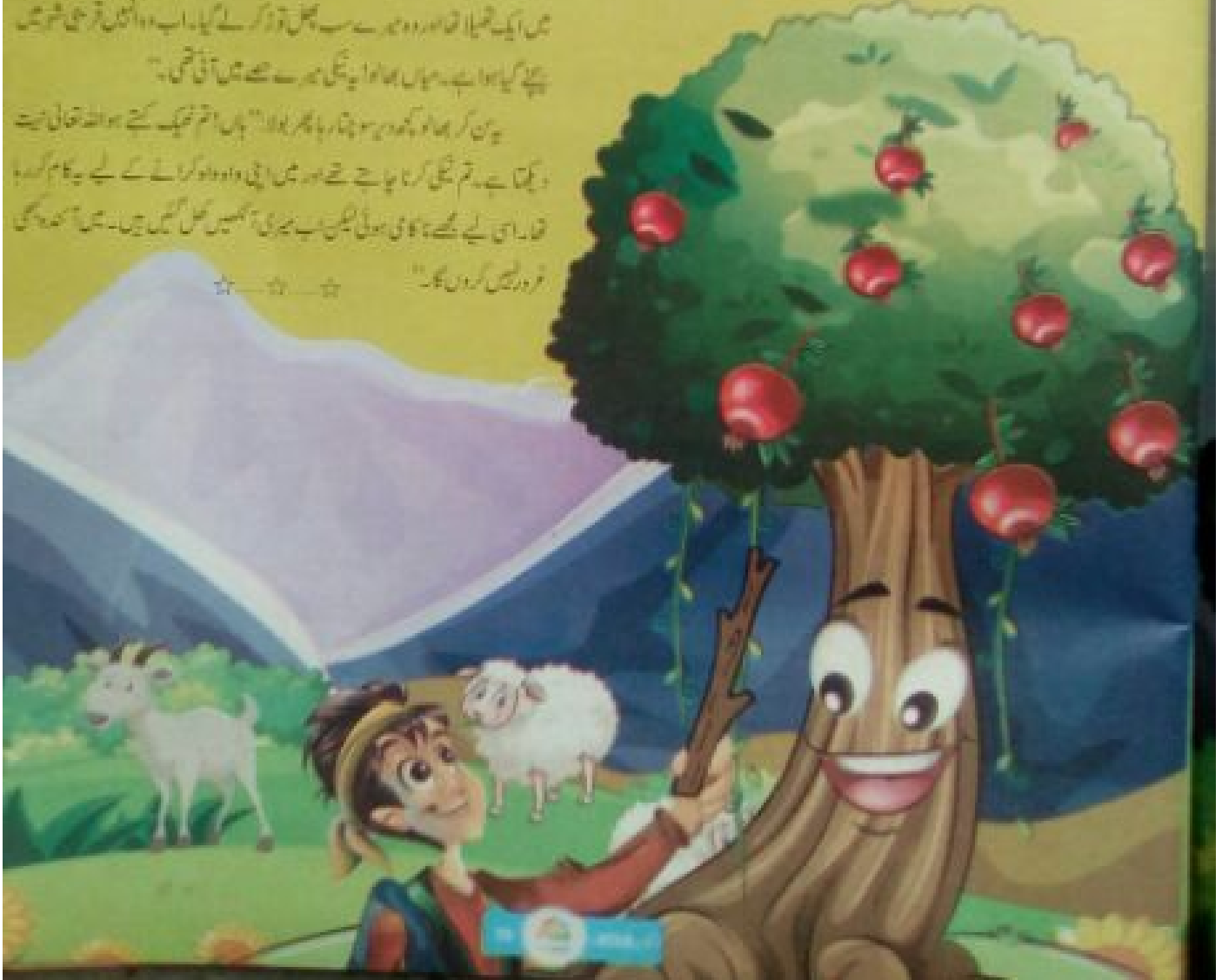
☆---☆---☆

ٹیمو

بُرے پھنسے

ماہ جبین تاج ارزانی

نقاب پوش نے چاقو لہرایا تو دونوں بہنوں کی چیخیں نکل گئیں۔

(آخری حصہ)

اب تو علینہ کے ہاتھ میں ہر وقت موبائل رہتا۔ اس کی فیس بک والی معذور دوست پری سے اس کی دوستی عروج پر تھی۔ پری نے علینہ سے اس کا اصلی نام پوچھ لیا تھا کہ وہ کس اسکول میں پڑھتی ہے؟ کہاں رہتی ہے؟ جب بھی علینہ کو عالیان کی نصیحت یاد آتی کہ اجنبی سے بات نہ کیا کرو۔ اس کی نیت کا کچھ علم نہیں ہوتا، تب وہ پری کو کچھ بتانے سے گریز کرتی تو پری اسے ایک روتی ہوئی تصویر بھیج کر کہتی: "میں معذور ہوں نا! مجھ سے کوئی دوستی نہیں کرنا چاہتا۔ اسی لیے کوئی بھی اپنے گھر، اسکول اور گھر والوں سے متعلق مجھے کچھ نہیں بتاتا۔"

تب نرم دل علینہ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اسے سب کچھ سچ سچ بتا دیتی کیوں کہ وہ سارے بہن بھائی جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ ایک دن پری نے علینہ کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی تو اس نے انکار کر دیا کہ گھر سے اجازت نہیں ملے گی۔

"تو ٹھیک ہے میں آ جاتی ہوں۔" پری بھی جان نہیں چھوڑ رہی تھی۔

"امی ابو کو ہمارے دوستوں کا گھر آنا پسند نہیں۔" علینہ نے اسے بتایا۔

"تو تم مجھے کسی دن جس دن امی ابو گھر پر نہ ہوں مجھے بتا دینا، میں آ جاؤں گی۔" پری کی بات اسے عجیب لگی۔ اس کے بعد پری روز پوچھنے لگی کہ آج امی ابو کہیں گئے ہیں یا گھر پر ہیں؟ وہ اسے سچ سچ بتا دیتی۔ اسے بار بار پری کو اپنے گھر آنے سے روکنا بہت برا لگتا بلکہ اب تو شرمندگی ہونے لگی تھی۔ علینہ نے سوچا کہ جس دن امی ابو گھر پر نہیں ہوں گے، میں پری کو بلا لوں گی۔

ایک دن امی ابو کو تایا کے گھر جانا تھا۔ چاروں بہن بھائی گھر پر تھے۔ وہ فیس بک پر مختلف دوستوں سے بات کر رہی تھی کہ پری کا پیغام آیا۔ آج امی ابو گھر پر ہیں یا نہیں؟

"تم آ جاؤ! آج امی ابو گھر پر نہیں ہیں، تایا کے ہاں گئے ہیں۔" علینہ نے بتایا۔ "تم اپنے گھر کا مکمل پتا لکھ دو۔" پری نے کہا تو علینہ نے اپنے گھر کا مکمل پتا لکھ دیا۔

کچھ دیر بعد دروازہ خود بہ خود کھلا اور دو نقاب پوش اندر گھس آئے۔ ایک کے ہاتھ میں تیز دھار چاقو تھا۔ ایمن ان دونوں کو دیکھ کر ڈر گئی اور رونے لگی۔ ڈر تو علینہ بھی گئی تھی مگر اس نے اپنے حواس قابو میں رکھے اور ایمن کا ہاتھ پکڑ کر خود سے قریب کرتے ہوئے بولی: "کون؟ کون ہو تم لوگ اور اندر کیسے گھس آئے؟"

ایک نقاب پوش نے چاقو لہراتے ہوئے بھاری آواز میں کہا: "اندر گھسنا کیا مشکل ہے؟ ماسٹر کی (چابی) ہر جگہ آسانی سے مل جاتی ہے اور رہی بات کہ ہم کون ہیں تو علینہ بی بی ہم آپ کی پیاری، معذور اور بے چاری دوست پری کے آدمی

ہیں۔" یہ کہہ کر وہ قہقہے لگانے لگے۔ علینہ کے اوپر تو حیرت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ وہ سمجھ گئی کہ دوستی کے روپ میں جرائم پیشہ گروہ کے ہتھے چڑھ گئی ہے۔ "چلو اندر چلو!" نقاب پوش نے چاقو کی نوک سے باورچی خانے کی طرف اشارہ کیا اور ساتھ ہی ایمن اور علینہ کو گھسیٹتے ہوئے باورچی خانے میں دھکیل کر دروازہ بند کر دیا۔

ایمن خوف کے مارے رو رہی تھی۔ علینہ نے ایمن کو خود سے قریب کیا اور ایک کونے میں دبک کر بیٹھ گئی۔ "چپ ہو جاؤ ایمن! اگر تم نے شور مچایا تو وہ غصے میں آ کر ہمیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔" یہ سن کر ایمن اتنی خوف زدہ ہوئی کہ رونا ہی بھول گئی۔ کمروں میں سامان اٹھانے اور پٹخنے کی آوازیں باورچی خانے تک آ رہی تھیں۔ ڈاکو الماریوں کی تلاشی لے رہے تھے۔ باورچی خانے کی دیوار سے ٹیک لگائے اسے عالیان اور امی، ابو کی وہ ساری نصیحتیں یاد آنے لگیں جو انھوں نے فیس بک پر اجنبی سے دوستی نہ کرنے کے حوالے سے کی تھیں۔ آج وہ اپنی اس حرکت کی وجہ سے بہت بڑا نقصان کر بیٹھی تھی۔ وہ چپ چاپ آنسو بہاتے ہوئے بھائیوں اور امی ابو کا انتظار کر رہی تھی۔ کمروں سے آنے والی آوازیں آنا بند ہو گئیں، شاید ڈاکو جا چکے تھے۔ "یہ بچے کتنے غیر ذمہ دار ہوتے جا رہے ہیں۔ دروازہ بند کرنے کی زحمت ہی نہیں کرتے۔" کچھ دیر بعد انھیں اپنی امی کی آواز سنائی دی۔

"ارے یہ کیا؟" الٹ پلٹ چیزوں کو دیکھ کر امی حیرت سے بولیں۔ انھو[ں] نے گھر کی یہ حالت دیکھی تو بے تابی سے اندر کی طرف دوڑ پڑیں۔ علینہ نے باورچ[ی] خانے سے انھیں آوازیں دیں۔ ایمن نے بھی دوبارہ رونا شروع کر دیا۔ امی ابو نے جیسے ہی دروازہ کھولا، علینہ بھی زور زور سے رونے لگی۔ "بتاؤ تو سہی ہوا کیا ہے؟" اب[و] پریشانی سے پوچھ رہے تھے۔ امی انھیں اپنے ساتھ لپٹا کر خود بھی رونا شرو[ع] ہو گئیں۔ علینہ نے ہچکیاں لیتے ہوئے انھیں ساری بات بتا دی۔ امی اچانک غصے میں آ گئیں۔ "اسی لیے منع کیا تھا اجنبیوں سے بات کرنے سے۔ مگر تمھاری سمجھ میں تو کوئی بات آتی ہی نہیں۔" امی نے سخت غصے میں انھیں ڈانٹا۔ علینہ سر جھکائے کھڑی رہی۔ "ابھی ڈانٹ ڈپٹ مت کرو۔ بچی پہلے ہی خوف زدہ ہے۔ پہلے دیکھ تو لیں کہ کیا کچھ سمیٹ کر لے گئے ہیں ڈاکو، پھر پولیس کو اطلاع کرتے ہیں۔" ابو نے پریشانی سے کہا۔ "عالیان اور فواد کہاں ہیں؟" بکھرے ہوئے سامان کا جائزہ لیتے ہی انھوں نے علینہ سے پوچھا۔

"آپ کے جانے کے بعد وہ کرکٹ کھیلنے چلے گئے تھے۔" اس نے بتایا۔

اے بھئی سبزی والے بھائی!

محمد ارسلان اللہ خان

اے بھئی سبزی والے بھائی!
اے بھئی سبزی والے بھائی!

مت اتراؤ اتنا بھاؤ
بھنڈی دے دو آدھا پاؤ

سبزی والے ہو کر بھیا
دیتے ہو اتنا کم دھنیا

شلجم، گوبھی، پالک، لوکی
ہر شے تم نے دی ہے تھوڑی

دے کر اتنا کم پودینہ
مت سمجھو ہم ہیں نابینا

پیاز، ٹماٹر، مرچیں بھی دو
اب تو کچھ پیسے کم کر دو

کچھ تو سستا کر دو بھائی!
دیکھو کتنی ہے مہنگائی

کو ہاتھ میں لیا تھا۔

"کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو؟" شیر اس سے پوچھ رہا تھا۔ "میں روبوٹ ڈریکولا ہوں، تمہارے جنگل کو تباہ کرنے آیا ہوں۔" اس کے منہ سے خوف ناک آواز برآمد ہوئی "اوہ.... اوہ مگر وہ کیوں؟" رسیوں میں جکڑے شیر کے چہرے پر پریشانی نمودار ہوئی۔ بٹنوں نے آئینے کا ایک بٹن دبایا تو جنگل کی حفاظتی سائٹ نمودار ہوئی۔ اس نے سائٹ پر پاس ورڈ ڈالا اور تیزی سے کچھ بٹن دبائے۔ دیکھتے ہی دیکھتے کچھار کی دیواروں سے لوہے کی کئی نالیاں برآمد ہو گئیں۔

اب بٹنوں نے اور بٹن دبایا تو روبوٹ ڈریکولا کی طرف اٹھی ہوئی نالیوں سے آگ نکل کر اس کے جسم سے ٹکرائی۔ چند لمحوں کے لیے آئینے کی سکرین دھندلا گئی۔ جیسے ہی منظر واضح ہوا وہ سب روبوٹ ڈریکولا کو بالکل صحیح سلامت بیٹھا دیکھ کر حیران رہ گئے۔ "تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ہاہاہا...." روبوٹ ڈریکولا نے خوف ناک قہقہہ لگایا۔ اسی وقت شیر کو زوردار چھینک آئی۔ اس کے منہ سے چھینٹے اڑ کر روبوٹ ڈریکولا کے جسم پر بھی گرے جس سے وہ کانپ کر رہ گیا۔ بٹنوں اور منٹوں بری طرح چونک گئے۔ ادھر روبوٹ ڈریکولا نے اپنے سینے پر ہاتھ مارا تو ایک تختہ نمودار ہوا جس پر کئی بٹن تھے۔ وہ ایک بٹن دبا کر بولا:

"روبوٹ ڈریکولا کالنگ یو.... میں کچھ معلومات دینا چاہتا ہوں، اوور۔"

"اوہ.... یہ کیا چکر ہے؟" تینوں بری طرح اچھلے پھر بٹنوں نے آئینے پر موجود کچھ بٹن دبائے تو اسکرین روشن ہو گئی۔ کچھار میں ایک بار پھر دیواروں سے لوہے کی نالیاں نکل آئیں۔ اس کا رخ روبوٹ ڈریکولا کی طرف تھا۔ "ہیلو! میں جنگل کا نقشہ اور تصویریں بھیج رہا ہوں.... اوور۔" ڈریکولا نے جلدی سے پیچھے رابطہ کرتے ہوئے کہا۔

اتنے میں بٹنوں نے آئینے پر موجود سرخ بٹن دبایا تو لوہے کی نالیوں سے پانی تیز پھوار کی صورت میں نکلا اور روبوٹ ڈریکولا پر گرنے لگا۔ پانی گرتے ہی اس کے جسم سے چنگاریاں پھوٹنے لگیں۔ پھر آگ لگنے سے اس کے جسم پر موجود تمام بال جل کر راکھ ہو گئے۔ "ہائے مر گیا.... ہائے.... بچاؤ.... بچاؤ...." وہ اب بری طرح تڑپ رہا تھا۔ پھر اس کا جسم مکمل طور پر جل گیا۔ اندر سے ایک سیاہ ڈھانچا نمودار ہوا۔ وہ ڈھانچا مکمل طور پر لوہے کا بنا ہوا تھا اور کچھ دیر تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا۔

"ہرے.... ہم کامیاب ہو گئے۔" بٹنوں زور سے چیخا۔ "کمال کر دیا۔" منٹوں نے زوردار نعرہ لگا کر بٹنوں کو گلے لگا لیا۔ "مگر.... مگر یہ پانی سے تباہ کیسے ہو گیا؟" بوڑھا الو ابھی تک حیران تھا۔

"الو انکل! جب شیر بادشاہ کے منہ سے نکلنے والی چھینٹوں نے روبوٹ ڈریکولا کو تڑپایا تو میں سمجھ گیا تھا کہ پانی کے ذریعے اسے ختم کیا جا سکتا ہے کیوں کہ روبوٹ کے جسم میں ایک الیکٹرک بیٹری اسے توانائی فراہم کر رہی تھی۔ آپ نے دیکھا کہ پانی نے اس کے جسم میں نصب سرکٹ شارٹ کر دیا جس سے وہ تباہ ہو گیا۔"

"واہ.... واہ بہت خوب۔ اب آؤ بادشاہ سلامت اور ان کی فیملی کی خیر خبر لیتے ہیں۔" بوڑھے الو نے کہا۔ پھر تینوں خوشی خوشی بادشاہ سلامت کی کچھار کی طرف روانہ ہو گئے۔

☆...☆...☆

ٹیپو کا عزم

دلشاد نسیم

سانپ کو دیکھ کر ٹیپو کی چیخ نکل گئی۔ ایک سبق آموز کہانی!

ٹیپو بہت خوش تھا کیوں کہ امی ابو نے اُسے چھانگا مانگا جانے کی اجازت دے دی تھی۔ ٹیچر بتا رہی تھیں کہ چھانگا مانگا جنگل میں جھولے ہیں، ایک ٹرین بھی ہے، اونچے اونچے درخت ہیں۔ وہ سوچ رہا تھا کہ سب دوستوں کے ساتھ سیر کرنے کا کتنا مزہ آئے گا۔ چھپن چھپائی کے لیے تو وہ جگہ ویسے ہی بہت اچھی ہے۔ یہ سوچتے ہوئے رات کو وہ سونے کے لیے لیٹا تو بہت خوش تھا۔ سونے سے پہلے امی نے اسے نصیحت کی: ''ٹیپو! تم نے ٹیچر کے ساتھ رہنا ہے، دوستوں کا ہاتھ نہیں چھوڑنا، اکیلے گھومنے نہیں جانا۔''

ٹیپو مزے سے ہر سوال کے جواب میں ''ہاں جی'' کہے جا رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا میں نے کون سا بات ماننی ہے۔ وہاں امی ساتھ تو نہیں ہوں گی، جو دل کرے گا میں وہی کروں گا۔'' یوں سوچتے سوچتے اس کی آنکھ لگ گئی۔

ٹیپو کی پوری کلاس بس میں سوار ہو کر سیر کے لیے جا رہی تھی۔ چھانگا مانگا پہنچ کر جنگل میں ایک جگہ آ کر وہ سب رک گئے۔ ٹیپو کی ٹیچر دوسری استانیوں کے ساتھ باتیں کرنے میں مصروف تھیں۔ موقع دیکھ کر ٹیپو کے چاروں دوستوں نے ایک دوسرے کو اشارہ کیا پھر چپکے سے کھسک گئے۔

اونچے اونچے درخت، جھاڑیاں، یہاں چھپن چھپائی کھیلنے میں کتنا مزہ آ رہا تھا۔ ایک دوسرے سے چھپنے کے لیے وہ بہت دور نکل گئے۔ ایک جگہ پر بڑے سے درخت کے پیچھے چھپ کر ٹیپو نے اپنے دوست کو آواز دی: ''احمد! مجھے ڈھونڈ لو۔'' لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ اس نے پھر آواز لگائی: ''سلمان! مجھے ڈھونڈ لو۔'' دوبارہ بھی کوئی آواز نہ آئی تو ٹیپو گھبرا گیا۔ اس نے درخت کے پیچھے سے جھانک کر دیکھا تو وہاں کوئی بھی موجود نہ تھا۔ وہ ڈر کے مارے چلانے لگا۔

''ٹیچر!...... ٹیچر!'' لیکن ٹیچر کی آواز نہیں آئی۔ ٹیپو وہاں سے نکلا اور جس طرف سے آیا تھا اسی طرف چلنے لگا۔ وہاں اب کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ شاید سب لوگ واپس جا چکے تھے۔ ٹیپو زور زور سے رونے لگا۔ خوف کے مارے اس کا برا حال تھا۔ اُسے امی کی باتیں یاد آنے لگیں۔

''ٹیچر کے ساتھ رہنا۔''

''دوستوں کا ہاتھ نہ چھوڑنا۔''

''اکیلے گھومنے نہ جانا۔''

وہ خوف زدہ ہو کر رونے لگا۔ چلتے چلتے اسے ٹھوکر لگی وہ سنبھل گیا اور پھر کر اس نے دیکھا تو سامنے سے ایک سانپ اس کی طرف آ رہا تھا۔ ڈر کے مارے ٹیپو کی چیخ

کھل گئی۔ اسی وقت اس کے کانوں میں امی کی آواز آئی: "نیمو! نیمو! کیا ہوا نیمو؟" امی کی آواز سن کر نیمو کی آنکھ کھل گئی۔ "اوہ! تو یہ خواب تھا؟" اس نے سوچا اور اپنے ماتھے سے پسینہ صاف کرنے لگا۔ "اٹھ جاؤ نیمو! آج تم نے پکنک پر بھی جانا ہے۔" امی کی بات سن کر وہ رونے لگا۔ "امی میں پکنک پر نہیں جاؤں گا۔" امی نے نیمو کا ماتھا چوما اور حیرانی سے پوچھا: "ارے کیوں بیٹا! کیوں نہیں جاؤ گے؟"

"میں نے خواب دیکھا کہ پکنک پر میرے دوست مجھے چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔"

نیمو نے جواب دیا۔ "تم ٹیچر کے پاس نہیں رہے ہو گے؟" امی نے ہنس کر کہا۔

نیمو خاموش رہا پھر اس نے ڈرتے ڈرتے سارا خواب سنایا تو امی نے پیار سے اسے گلے لگایا اور کہنے لگیں: "میں نے تمھیں کہا تھا کہ ٹیچر کے ساتھ رہنا، تم پکنک پر ضرور جاؤ لیکن یاد رکھنا، جیسا خواب میں کیا ویسا مت کرنا۔ جو بچے بڑوں کی بات نہیں مانتے وہ پریشانی اٹھاتے ہیں۔" نیمو نے کچھ سوچا اور پھر پرعزم لہجے میں بولا

"امی اب میں ہمیشہ آپ کی بات پر عمل کروں گا۔"

"شاباش بیٹا!" امی نے پیار سے کہا اور نیمو کی تیاری میں مدد کرنے لگیں۔

☆......☆......☆

بقیہ: شہزادے کی واپسی

ملکہ نے منتر پڑھ کر مشرق کی سمت پھونک ماری اور بولی: "یہ خواہش پوری ہوئی۔"

شہزادے نے ماہ زاد کا شکریہ ادا کیا۔ اب ماہ زاد کی دوسری خواہش کی باری تھی۔ "میرے دوست کاکا کا پر ٹھیک ہو جائے اور وہ پھر سے اڑ سکے۔" "کاکا کون ہے؟" ملکہ نے پوچھا تو کاکا، جو قریب ہی ایک جھاڑی میں چھپا ہوا تھا، پنجوں پر اچھلتا ہوا سامنے آ گیا۔ ملکہ نے پھر منتر پھونکا اور کاکا کا پر پہلے جیسا ہو گیا۔ اس نے ایک لمبی اڑان بھری اور چہکتے ہوئے کہنے لگا: "تم دنیا کی سب سے پیاری لڑکی ہو ماہ زاد!" اب ماہ زاد اپنی تیسری خواہش بتانے لگی تو شہزادے نے اسے کہا: "دیکھو ماہ زاد! تم نے اپنے لیے کچھ مانگا ہی نہیں۔ یہ آخری خواہش بہت سوچ سمجھ کر کرنا۔" ماہ زاد نے بہت سمجھداری سے سر ہلا دیا۔

"تو میری تیسری اور آخری خواہش یہ ہے ملکہ! کہ سفید پریاں اس جنگل سے چلی جائیں اور دوبارہ کبھی یہاں کا رخ نہ کریں۔" اس کی زبان سے ان الفاظ کا ادا ہونا تھا، جنگل میں بھونچال آ گیا۔ ہر طرف پریوں کی چیخیں سنائی دینے لگیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے ملکہ دھواں بن کر ہوا میں تحلیل ہو گئی۔ ایک ایک کر کے ساری پریاں دھوئیں میں تبدیل ہوئیں اور جنگل سے ان کا نام و نشان مٹ گیا۔

اس طرح ماہ زاد کی ذہانت نے سب کو سفید پریوں سے نجات دلا دی۔ جنگل پہلے کی طرح پھر آباد ہو گیا۔ سارے جانور اور پرندے لوٹ آئے۔ جھیل میں مچھلیاں اور کچھوے آ گئے اور کاکا سب سے اونچے درخت کی چوٹی پر گھونسلا بنا کر رہنے لگا۔

شہزادہ بدر اپنے ملک جا کر اپنے باپ سے ملا اور اس نے سچے دل سے معافی مانگی۔ وہ اب تلوار اور تیر اندازی میں ماہر ہو چکا تھا اس لیے سپاہیوں کو تربیت دینے لگا۔

اس نے بڑی عقل مندی سے اپنے ملک کی حفاظت کی اور ایک بہت اچھا بادشاہ ثابت ہوا۔ رہ گئی ماہ زاد تو شہزادہ بدر اسے اور اس کے بابا کو اپنے ساتھ اپنے ملک لے گیا۔ انھیں رہنے کے لیے ایک عالی شان حویلی دی گئی اور بابا جان کا علاج شاہی طبیبوں سے کروایا گیا جس سے وہ بھلے چنگے ہو گئے۔ یوں شہزادہ بدر، ماہ زاد اور کاکا بہترین دوست بن گئے۔ (ختم شد)

☆......☆......☆

لومڑی سے ملیے

رمیز احمد

لومڑی کا نام تو آپ نے سنا ہوگا اور یہ بھی جانتے ہوں گے کہ لومڑی بڑی چالاک اور مکار ہوتی ہے۔ یہ وہی لومڑی ہے جو مشہور کہانی میں انگوروں تک پہنچ نہیں پائی تھی اور ”انگور کھٹے ہیں“ کہہ کر چل دی تھی۔ آئیے آج آپ کی ملاقات لومڑی سے کرواتے ہیں۔

لمبی تھوتھنی اور نوک دار کان، خوب صورت جھاڑی نما دم، اچھی آنکھیں اور طنزیہ مسکراہٹ۔ یہ ہے لومڑی کا سراپا۔ یہ جنگلوں اور پہاڑوں پر بنے بھٹ میں رہتی ہے، جسے یہ خود کھود کر بناتی ہے یا پھر کسی اور بھٹ پر قبضہ کر لیتی ہے۔ لومڑی ایک ذہین اور پھرتیلا جانور ہے۔ یہ تیزی سے چھلانگ لگا سکتی اور بہت اچھا تیرتی بھی ہے۔
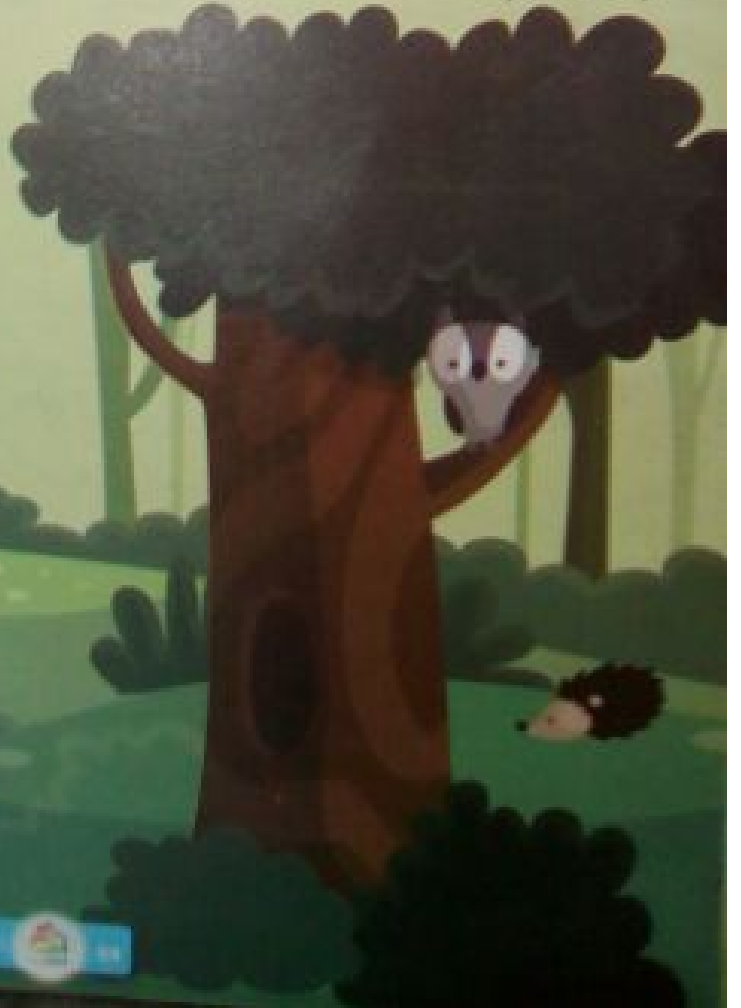
بے چاری لومڑی اس کی خوب صورت کھال اس کے لیے بد نصیبی کا باعث ہے۔ یعنی اس کی خوب صورت کھال سے بہت سی قیمتی چیزیں بنتی ہیں، اسی وجہ سے انسان اسے بے تحاشا شکار کرتا ہے۔ لومڑی ہر موقع سے فائدہ اٹھا جاتی ہے۔ یہ کھانے کے سلسلے میں کبھی الجھن کا شکار نہیں ہوتی۔ رینگنے والے کیڑے مکوڑے، گھونگے، کھیتوں کے چوہے، گلہریاں، بھنورے، مچھلی، پرندے، مردار جانور غرض کہ جو کچھ بھی مل جائے، کھا جاتی ہے۔ عام طور پر لومڑی شیر اور دوسرے بڑے جانوروں کا چھوڑا ہوا شکار کھاتی ہے۔

دن ہو یا رات، یہ ہمہ وقت خوراک کی تلاش میں رہتی ہے۔ کبھی یہ پیچھے سے شکار کے سر پر پہنچ جاتی ہے، کبھی دوڑتے ہوئے چھلانگ لگاتی ہے اور شکار کو دبوچ لیتی ہے۔ پرندوں کے شکار کے وقت یہ بے حس و حرکت زمین پر لیٹ کر یہ ظاہر کرتی ہے جیسے مردہ پڑی ہے تاکہ وہ دھوکا کھا جائیں اور جیسے ہی قریب آئیں انھیں پکڑ کر دبوچ لے۔ نامساعد حالات کے پیش نظر یہ مثلاً بارش، آندھی اور طوفان کی صورت میں مال غنیمت چھپا کر رکھتی ہے۔ اس کی یادداشت اتنی اچھی ہے کہ یہ ہمیشہ ہی اپنے چھپائے ہوئے شکار کو ڈھونڈ نکالتی ہے۔ لومڑی اور اس کی چالاکی کو قدیم زمانے سے ہی کہانیوں میں بیان کیا جاتا رہا ہے۔ شکل سے معصوم اور پیارا جانور ہے۔ دوسرے جانوروں کی نسبت یہ قدرے ہوشیار جانور ہے۔ دوسروں کو دھوکا دے کر اپنا الو سیدھا کرنا اسے خوب آتا ہے۔ بلکہ بڑی مہارت سے یہ اپنا کام کرتی ہے۔ اس کی شکل گیدڑ اور بھیڑیے سے بھی ملتی ہے مگر اپنی جسامت کی وجہ سے پہچانی جاتی ہے۔

☆...☆...☆

بی بی بطخو بڑی سیانی

پیارے بچو! آپ بہت ذہین ہیں نا! تو لیجیے اب آپ سے بی بی بطخو پہیلیاں پوچھیں گی۔ یاد رہے کہ ان پہیلیوں کے جوابات میگزین میں ہی موجود ہیں جو آپ کو خود تلاش کرنے ہوں گے۔

1

پھوٹی قسمت پھوٹے بھاگ
گرمی میں بھی تاپے آگ

2

مٹی میں سے نکلی گوری
سر پہ ہے پتوں کی بوری

3

کوئی بادل اور نہ سایا
لیکن پھر بھی مینہ برسایا

4

ہے چھوٹی سی ایک شے
[illegible] اک جس کے پیٹ میں ہے

5

لپٹی لپٹی گھر تک آئے
گھر میں اٹھ کر آگ لگائے

6

دن کو سوئے رات کو روئے
جتنا روئے اتنا کھوئے

7

بازو اور ٹانگیں ہیں آٹھ
انتڑیاں ہیں تو سو ساٹھ

نوٹ: جوابات اسی شمارے میں تلاش کیجیے۔

بلاعنوان

فوزیہ خلیل

بلاعنوان کہانی کا بہترین عنوان تجویز کریں اور [illegible] حاصل کریں۔

[illegible]

"کرے میں آپ اتنے دنوں بعد اسکول آئی ہیں، کیا بیمار تھیں؟" مس حریم نے پوچھا۔ "نہیں مس! امی، ابو، بھائی اور بہن کی شادی میں شرکت کے لیے گئی ہوئی تھی اور ...." علیزہ کہتے کہتے رک گئی۔ "کیا ہوا؟ بولیے نا علیزہ!" مس نے پوچھا۔ "مس! یہاں کلاس میں بھی تمام لڑکیاں میرا مذاق اڑاتی تھیں۔ وہاں شادی میں بھی سب مجھے موٹی موٹی کہہ کر چھیڑتے تھے۔"

"اوہ! یہ تو بہت بری بات ہے۔"

"اسی لیے میں آج کل ڈائٹنگ کر رہی ہوں۔"

"ڈائٹنگ.... وہ کیسے؟" مس حریم حیران تھیں۔ "مس! میں نے گوشت کھانا چھوڑ دیا ہے۔ دودھ کی تمام اشیا اور ڈیری پراڈکٹس بھی استعمال نہیں کرتی۔" علیزہ نے بتایا۔ "تو پھر آپ کیا کھا رہی ہیں آج کل؟" مس نے پوچھا۔

"مس! میں ڈیری فری ڈائٹ لے رہی ہوں۔ دودھ کے بجائے سویا ملک استعمال کرتی ہوں۔"

"علیزہ بیٹی! یہ طرز عمل تو بہت نقصان دہ ہے۔ گوشت، دودھ اور پھل سے پرہیز کرنے سے آپ کی جلد اور ہڈیوں کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ آپ کو شاید معلوم نہیں کہ سویا ملک کو میٹھا کرنے کے لیے فی کارٹن بارہ سو گرام شکر استعمال کی جاتی ہے جب کہ گائے کے دودھ میں قدرتی مٹھاس شامل ہوتی ہے اور وہ غذائیت سے بھرپور ہوتا ہے۔ سویا ملک نہ صرف ہڈیوں اور دانتوں کو نقصان پہنچاتا ہے بلکہ اس کے برے اثرات بھی ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ عمر سے پہلے جھریاں پڑنا شروع ہو جاتی ہیں۔ یہ مصنوعی دودھ جلد کی چمک کم کر دیتا ہے جس سے جلد بے جان اور خشک ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ رنگ سیاہی مائل اور عمر بڑھتی دکھائی دیتی ہے۔"

مس حریم نے تفصیل سے سمجھایا۔ پوری کلاس خاموشی سے مس حریم کی گفتگو سن رہی تھی۔ طالبات کی توجہ دیکھ کر مس دوبارہ گویا ہوئیں: "ایک بڑی لڑکی یا لڑکے کو دن میں تقریباً 700 ملی گرام کیلشیم کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ میں گائے کے

دودھ سے قدرتی طور پر ملتی ہے، خواہ دودھ کسی چیز میں ڈال کر استعمال کیا گیا ہو۔ دودھ چھوڑ دینے کی صورت میں کیلشیم کی کمی ہوتی ہے جو عمر بڑھنے کا سبب بنتی ہے۔ پر متاثر ہوتا ہے۔ انھیں [illegible] ہونے لگتی ہیں۔" مس نے تفصیل بتائی۔

"مس اب مجھے موٹی موٹی کہتے ہیں پھر میں کیا کروں؟" ملیحہ بولی۔

"ملیحہ بیٹی! اگر تم ڈیری فری ڈائٹ پسند کرتی ہو تو پتوں والی سبزیاں جیسے پالک، ساگ اور میتھی وغیرہ کھاؤ۔ بادام، انجیر کو استعمال کرو۔ سبزیاں وزن گھٹانے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔"

"اور کیا کیا استعمال کروں مس؟" ملیحہ نے پوچھا۔ "تم سبز چائے استعمال کر سکتی ہو۔ یہ لیموں اور شہد کے ساتھ بہت خوش ذائقہ لگتی ہے۔ یہ جوڑوں کے درد میں رکھنے کے علاوہ مفید ہے اور وزن کم کرنے میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ دوران خون متوازن رکھنے کے علاوہ اور سردیوں میں نزلے سے بھی محفوظ رکھتی ہے۔"

"مس ایک ہربل چائے بھی ہوتی ہے نا؟" عشرہ بولی۔

"ہاں بالکل! ہربل چائے بھی وزن کم کرنے اور نزلے کو بھگانے میں مفید ہے۔ یہ نظر کے لیے بھی فائدہ مند ہے۔" مس نے بتایا۔

"مس! ہماری امی ادرک کی چائے بھی بناتی ہیں۔" مسرورہ نے کہا۔

"ہاں بیٹی! ادرک کے تو بہت فائدے ہیں۔ ادرک کی چائے شہد کے ساتھ موسم سرما میں بہت فائدہ مند ہوتی ہے۔ یہ ہمارا نظامِ انہضام مضبوط کرتی ہے۔ سفید خلیے پیدا کرتی ہے۔ سر درد، بد ہضمی کا خاتمہ کرتی ہے اور موٹاپا کم کرنے کے لیے تو بہترین ہے۔" کلاس کی تمام بچیاں نہ صرف گفتگو بہت غور سے سن رہی تھیں بلکہ اس میں حصہ بھی لے رہی تھیں۔

"موٹاپے کے علاج کے لیے آپ صبح جلدی اٹھا کریں۔ ورزش کریں اور آپ میں سے ہر بچی پانچ وقت نماز کو اپنے لیے لازم کر لے۔" مس کچھ کہتے کہتے رک گئیں پھر دوبارہ بولیں: "یہ بات میرے لیے بہت تکلیف دہ ہے کہ کچھ طالبات ملیحہ کا مذاق اڑاتی ہیں، اسے موٹی موٹی کہہ کر چھیڑتی ہیں۔ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی یا بہن کا مذاق اڑائے۔"

"مس! ہمیں شرمندگی ہے۔ آئندہ ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کرے گا۔" پوری کلاس نے یک زبان ہو کر کہا۔ "شاباش! مجھے آپ سے یہی امید تھی۔" مس حریم نے مسکراتے ہوئے کہا اور کلاس روم سے باہر نکل آئیں۔

☆ ☆ ☆

نوٹ: یہ معلوماتی سلسلہ پنجاب آرٹس کونسل اور وزارت ثقافت کے تعاون سے پیش کیا گیا۔

کے ہال کے پاس جا کر پوچھا۔ "نہیں ملو! یہاں تصویر کھینچنا منع ہے۔ یہ پاکستان کی قیمتی ثقافت کے نمونے ہیں۔ ہم انھیں اپنے ذہن میں محفوظ کریں تو زیادہ اچھا ہے۔" بی بی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بی بی! اس عجائب گھر میں مجھے ہڑپہ، ٹیکسلا اور موہنجوداڑو کی تہذیب کے نمونے بہت اچھے لگے۔" زوفی ذرا سا چہک کر بولا۔ "ہاں! واقعی یہ زبردست ہیں۔" بی بی نے کہا۔ "بچو! چلیں اب؟" بی بی انکل نے سب کو آواز دی۔

"گھر میں تو وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا۔ عجائب گھر تو شام سات بجے بند ہو جاتا ہے۔" بی بی نے یاد دلایا۔ راستے میں شریکی گڑیا عالی سب کے لیے کھانا لائی۔ ساتھ میں جوس اور چپس بھی تھے۔ سب نے مزے مزے سے کھانا کھایا۔

"بھئی! آپ کو آج کی تفریح کیسی لگی؟" ملو لومڑ نے ٹرین میں سوار ہوتے پوچھا۔

"بہت اچھی! اگلی مرتبہ تو عجائب گھر سے واپس جانے کو ہی نہیں چاہتا۔" زین ڈال نے اداس ہوتے ہوئے کہا۔ "کوئی بات نہیں زین ڈال! ابھی ہمیں باقی جگہوں پر بھی سیر کرنے جانا ہے۔" بی بی نے چہکتے ہوئے کہا تو زین ڈال خوش ہو گیا۔

☆—☆—☆

بوجھو تو جانیں

پیارے دوستو! کوئی چیلنج قبول کرنا آپ کو کیسا لگتا ہے؟ اگر تو آپ ذہین اور بہادر ہیں تب تو ضرور کوئی چیلنج قبول کرتے ہوں گے۔ چلیے آج ہم آپ کو چیلنج دیتے ہیں۔ ذرا اپنی سوچ کے گھوڑے دوڑائیے اور بتائیے۔ کیوں کہ

بوجھو گے تو جانیں گے

ورنہ ہم نہ مانیں گے

یہاں ایک ایسی ثقافتی جگہ کا نام بتائیے جو:

1- پنجاب کے دارالحکومت میں واقع ہے۔
2- عالمی ادارہ یونیسکو نے عالمی ثقافتی ورثہ قرار دے رکھا ہے۔
3- اس ثقافتی ورثے میں تین شاندار اور کھلے میدان ہیں۔
4- اس میں خوب صورت اور دلکش تالاب ہیں۔
5- 5 آبشاریں اور 410 فوارے ہیں۔
6- اس ورثے کا کل رقبہ 80 ایکڑ ہے۔

پیارے دوستو یہ تھے اس ثقافتی ورثے کے متعلق کچھ اشارات۔ اب آپ ذہن لڑائیے اور ہمیں بتائیے کہ اس جگہ کا نام کیا ہے؟ ساتھ ہی اس جگہ کے بارے میں پانچ سے سطروں کا مختصر پیراگراف بھی لکھیں۔

تو درست جواب دیجیے اور حاصل کیجیے ایک ہزار روپے نقد انعام۔

نوٹ: ایک سے زیادہ درست جواب کی صورت میں فیصلہ بذریعہ قرعہ اندازی کیا جائے گا۔ کسی صاف کاغذ پر "بوجھو تو جانیں" درج کر کے یہ جواب لکھیے پھر اپنے مکمل نام پتے کے ساتھ ہمیں 10 اکتوبر تک ارسال کر دیجیے۔

☆—☆—☆

فرق ڈھونڈیے

پیارے بچو! نیچے دی گئی دونوں تصاویر میں کم از کم سات فرق ہیں۔ آپ یہ فرق تلاش کیجیے۔

بھول بھلیاں

پیارے بچو! یہ مچھلیاں اپنی امی کے پاس پہنچنا چاہتی ہیں۔ کیا آپ ان کی مدد کریں گے؟

باپ اور بچہ

ایک بچہ رو رہا تھا۔
باپ: بیٹا کیوں رو رہے ہو؟
بیٹا: ایک روپیہ دیں تو بتاؤں گا۔
باپ نے ایک روپیہ دیا اور بولا اب بتاؤ؟
بیٹا: (چپ ہو کر) اسی ایک روپے کے لیے تو رو رہا تھا۔

ایمان عمران (لاہور)

بے وقوف

ایک لڑکا پرچہ دینے اپنے ساتھ ایک پلمبر کو بھی لے جا رہا تھا۔
کسی نے پوچھا: "بھائی پرچے میں پلمبر کا کیا کام؟"
لڑکا: مجھے پتا چلا کہ پرچہ لیک ہو گیا ہے۔

مریم بنت کاشف (حیدرآباد)

ناپ

ایک علاقے میں درزی کی دکان تھی۔ ایک بار درزی سارے کپڑے لے کر فرار ہو گیا۔ لوگ اس کی دکان کے باہر کھڑے ہو کر افسوس کرنے لگے۔ اتنے میں ایک آدمی آیا اور رونے پیٹنے لگا۔ لوگوں نے سمجھا کہ شاید اس کا بہت زیادہ نقصان ہو گیا ہے۔ ایک آدمی نے آگے بڑھ کر اس سے پوچھا:
"بھیا! کیوں اتنا چلا رہے ہو، تمہاری کیا چیز لے گیا درزی؟"
اس آدمی نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا: "درزی میرا ناپ لے گیا ہے۔"

توحید احمد (کوئٹہ)

ہوا

ٹریفک پولیس کے ایک سپاہی نے گاڑی والے کو روک لیا۔
سپاہی: آپ کا چالان ہو گا کیوں کہ گاڑی کی لائٹس نہیں ہیں۔
مسافر: جناب! باہر لائٹس کیا کام ہیں؟
سپاہی نے گاڑی کے ٹائروں سے ہوا نکال دی۔
مسافر: ہوا یہ کیا کر دیا آپ نے جناب؟
سپاہی: باہر ہوا کیا کام ہے؟

ارسلان آدم (لاہور)

آج کی تازہ خبر

اخبار والا آواز لگا رہا تھا: "آج کی تازہ خبر، دس آدمیوں کو ٹھگ لیا گیا، دس آدمیوں کو ٹھگ لیا گیا۔"
ایک شخص نے اخبار خریدا اور جلدی جلدی خبر ڈھونڈنے لگا۔
اخبار والا اب یہ آواز لگانے لگا:
"گیارہ آدمیوں کو ٹھگ لیا گیا، گیارہ آدمیوں کو ٹھگ لیا گیا۔"

حامد کریم (کراچی)

کنجوس مالک

نوکر (کنجوس مالک سے): "حضور میں بہت غریب ہوں، نہ کھانے کو روٹی ہے نہ رہنے کو مکان۔"
مالک: "تو کیا ہوا، خیالی پلاؤ پکا کر کھاؤ اور ہوائی قلعے میں رہا کرو۔"

ماہ رخ (حیدرآباد)

ثمر کی گڑیا تانی

عمیرہ احمد

الف نگر کے سب جانور حیران تھے لیکن کیوں؟ پڑھیے حرف سیریز کی چھٹی کہانی۔

ننھی ثمر اکثر الف نگر کی سیر کو جایا کرتی تھی کیوں کہ وہاں پھولوں اور سبزے کی کثرت تھی۔ وہ اپنے ساتھ اپنی گڑیا تانی کو بھی ضرور لے جاتی۔

ایک دن جھیل کنارے مچھلی کا شکار کرتے ہوئے تانی کا دل سبزے کی سیر کو چاہا اور وہ ثمر کو چھوڑ کر نکل پڑی۔

سیر کے بعد جب تانی لوٹی تو ثمر وہاں موجود نہ تھی۔ تانی نے زور زور سے ثمر کو آوازیں دیں لیکن کوئی جواب نہ آیا۔ وہ بہت پریشان ہوئی۔

صبح کی سیر کرتے ہوئے بی بی الّو نے سبزے میں کھڑی ایک عجیب چیز دیکھی تو اس نے آوازیں دے کر سب کو اکٹھا کر لیا۔ سب تانی کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ جب کہ تانی ان سب کو دیکھ کر ڈر گئی۔

عینک والے الّو نے اپنی عینک درست کرتے ہوئے تانی کو غور سے دیکھا اور کہا "تم کوئی جانور تو نہیں لگتی، کون ہو تم؟ اور کہاں سے آئی ہو؟"

"میرا نام تانی ہے اور میں ایک گڑیا ہوں۔ میں ثمر کی گڑیا تانی ہوں۔" تانی نے دھیرے سے کہا۔

تانی تیتر نے اس سے پوچھا "پر تم آئی کہاں سے ہو؟"

تانی نے اپنی لمبی پلکیں جھپکائیں اور بولی "ثمر نگر سے۔"

چڑی نے اس سے پوچھا "پر تمھیں یہاں لایا کون ہے؟"

تانی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس نے کہا "میں ثمر کی گڑیا تانی ہوں اور ثمر کے ساتھ اکثر یہاں سیر کرنے آتی ہوں۔ آج بھی میں سیر کرنے آئی تھی لیکن ثمر چلی گئی۔" بی بی الّو کے دل پر تانی کی پریشانی کا اثر ہوا۔ اس نے تانی کو تسلی دیتے ہوئے کہا "اچھا اچھا تانی اب تم رونا بند کرو۔ جب تک تمھیں کوئی لینے نہیں آتا تم الف نگر میں رہ سکتی ہو۔" تانی نے آنکھیں جھپکائیں اور بولی "پر یہاں تو بہت سردی ہے میں کیسے رہ سکتی ہوں؟" عینک والے الّو نے کہا "ہم تمھیں ایک چھوٹا سا گھر بنا دیں گے تم اس میں رہنا۔"

"میں گھر میں تو اندھیرا ہوگا۔" جالی نے کہا۔

"میں ہوں نا! میں ہر روز رات کو وہاں پر روشنی کروں گا۔" جو جو جگنو جھٹ سے بولا۔

"ٹھیک ہے گھر میں کھانا اس کی کیا؟" جالی نے کہا۔

"تم بتاؤ کہ کیا کھانا پسند کرو گی؟" بی بی الّو نے کہا۔

جالی نے جلدی سے کہا: "ثمر اور وہ بھی جاپانی......"

الف گھر کے سارے جانور ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھنے لگے۔

"ثمر کیا ہوتا ہے؟" کوّے نے پوچھا۔

جالی نے بتایا: "پھل کو کہتے ہیں ثمر اور میں صرف جاپانی پھل کھاتی ہوں یعنی جاپانی ثمر۔"

الف گھر کے سب جانور، جاپانی ثمر تلاش کرنے لگے۔ وہ کسی ایک پھل لاتے تو کبھی دوسرا اور کبھی تیسرا۔ باری باری سب جانور مختلف پھل لائے مگر جالی کو کوئی بھی پسند نہ آیا۔ اس کو تو صرف ثمر چاہیے تھا اور وہ بھی جاپانی۔ اب بڑی مشکل تھی!

الف گھر کے سارے جانور سر جوڑ کر بیٹھ گئے کہ جالی کے لیے ثمر کہاں سے لایا جائے؟ اور وہ بھی جاپانی! آخر کار چھوٹی چڑیا اڑتے اڑتے دور کی ثمر وادی گئی۔ اس نے ایک جگہ جاپانی ثمر دیکھا تھا۔ پھر سب کے کہنے پر وہ اپنی چونچ میں جاپانی پھل توڑ کر لے آئی۔ جالی جاپانی ثمر دیکھتے ہی خوشی سے نہال ہوگئی اور جھٹ پٹ پھل چٹ کر گئی۔ یہ دیکھ کر سب جانوروں کی جان میں جان آئی۔

ثمر کی گڑیا جالی ابھی تک الف گھر کی جھیل کنارے ایک صاف ستھرے پیارے سے گھر میں ثمر کا انتظار کر رہی ہے۔ مگر ہاں! ثمر وہ اب بھی جاپانی ہی کھاتی ہے!

☆.....☆.....☆

ثمر کی گڑیا ثانی

ثمر کے پاس ہے اک گڑیا
نام ہے اس کا ثانی

ثمر تو سب کچھ کھا لیتی ہے
کیلا، سیب، خوبانی

ثانی کو اچھا لگتا ہے
ثمر صرف جاپانی

ثمر کی ایک سہیلی ہے
نام ہے اس کا مینا

ثمر قطر میں رہ کر آئی
مینا ایک مہینہ

ثمر کے لیے وہ لے کر آئی
اک گڑیا لاثانی

ثمر کے پاس ہے وہ گڑیا
نام ہے اس کا ثانی

☆——☆——☆

آؤ رنگ بھریں

پیارے بچو! تصویر کی طرف دیکھ کر خالی خاکے میں رنگ بھریں۔

لڈو میاں گئے بازار

گوگی بھائی اپنی بائیک لے لڈو میاں کے گھر پہنچے۔

گوگی بھائی بائیک کو سٹینڈ پر لگا کر نیچے اتر آئے۔

گوگی بھائی نے بائیک چلانا شروع کی تو لڈو میاں پیچھے منہ کر کے بائیک پر بیٹھ گئے۔

جلدی وہ دونوں مارکیٹ میں پہنچ کر سامان خریدنے لگے۔

پھر الٹے میاں نے راہ گیر کو آواز دی اور خود بائیک پر بیٹھ گئے۔

گوگی بھائی نے راہ گیر سے مل کر تھیلا الٹے میاں کی گود میں رکھ دیا۔

اچانک وہاں ٹریفک پولیس کا افسر آ گیا۔

پھر لفٹر نے الٹے میاں کو بائیک سمیت اوپر اٹھا لیا۔ الٹے میاں تو لگے چیخیں مارنے۔

چہچہاہٹ

عائشہ تنویر

کام بہت مشکل تھا مگر اس نے بات بنا لی! ایک خوب صورت کہانی۔

پرندوں کے اسکول میں سالانہ تقریب کی تیاریاں عروج پر تھیں۔ سائبیریا جیسے دور دراز کے علاقوں سے بھی پرندے اس تقریب میں آتے تھے۔ سب بہت پرجوش تھے۔ مس فاختہ اس وقت ایک ڈرامے میں کردار ادا کرنے کے لیے پرندے منتخب کر رہی تھیں۔ ''شاما کوئل گانا گائے گی۔ مٹھی چڑیا اور کبوتر شہزادہ اور شہزادی بنیں گے۔ کاکا کوا دربان کا کردار ادا کرے گا۔'' اس نے فہرست میں نام لکھتے ہوئے کہا۔ ''مس میں دربان نہیں بننا چاہتا۔ آپ مجھے کوئی اور کردار دے دیں۔''

کاکا کوا کائیں کائیں کرتے ہوئے بلند آواز میں بولا۔ ''اس سے [illegible] سب بھاگ جائیں گے۔'' کسی شرارتی پرندے نے پیچھے سے آواز لگائی۔ مس نے ایک غصیلی نظر سب پر ڈالی اور پھر نرمی سے کاکا کو سمجھایا۔

''آپ کی آواز بلند ہے کاکا۔ اس کردار کو آپ سے بہتر اور کوئی نہیں ادا کر سکتا۔'' مس کی بات سن کر کاکا خاموش ہو گیا مگر اپنے ہم جماعت کی بات اس کا دل دکھا گئی۔ مٹھی چڑیا اس کی بہترین دوست تھی۔ اسکول سے واپسی پر اس نے کاکا کی خاموشی محسوس کرتے اس سے پوچھا۔ ''کیا ہوا کاکا، تم اتنے چپ چپ کیوں ہو؟''

''ہم کائیں کائیں کرتے ہیں، ہماری بولی مختلف اور لہجہ کرخت ہے اس لیے کسی کو پسند نہیں آتے۔ تمہاری بولی کتنی اچھی ہے۔ جب تم مدھم لہجے میں چوں چوں کرتی ہو تو پرندوں کے ساتھ ساتھ انسان بھی خوش ہو جاتے ہیں۔'' کاکا نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''زبانیں تو ساری ہی اچھی ہوتی ہیں کاکا، یہ تو ہماری شناخت کے لیے اللہ نے الگ الگ بنائی ہیں۔'' مٹھی نے اسے سمجھانا چاہا۔ ''تم مجھے اپنی زبان سکھا دو، پیاری مجھے بھی نرم آواز میں چوں چوں کرنا ہے۔'' کاکا نے مٹھی کی بات نظر انداز کرتے ہوئے منت بھرے لہجے میں فرمائش کی۔ مٹھی نے اس کا اصرار دیکھ کر ہامی بھر لی۔

ایک طرف اسکول میں سالانہ تقریب کی آمد آمد تھی۔ دوسری طرف کاکا پوری توجہ سے چیمی سے چوں چوں بولی سیکھنے میں مصروف تھا۔ ان دونوں نے اس راز کی کسی کو ہوا بھی نہیں لگنے دی تھی۔ کاکا کے لیے یہ ایک بہت مشکل کام تھا مگر اس نے ہار نہ مانی۔ جس وقت اس نے پہلی بار ہلکی آواز میں چڑیا کی آواز نکالی، اس کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔ وہ مسلسل محنت سے اپنا لہجہ بہتر کر رہا تھا۔ سالانہ تقریب سے ایک دن پہلے درخت کی سب سے اونچی شاخ پر بیٹھے کاکا نے چیمی کو گانا سنایا تو اس کی آواز اور انداز سن کر چیمی حیران رہ گئی۔ نیچے والی شاخوں پر سے بندر چاچا نے گزرتے ہوئے گانا سنا تو آواز لگائی۔ ''واہ، گانا تو بہت اچھا گا رہی ہو چیمی۔ کل کی تیاری ہو رہی ہے نا!''

''جی چاچا، آپ بھی کل ضرور آئیے گا۔'' چیمی نے مسکراہٹ چھپاتے ہوئے دعوت دی۔ کاکا بھی خوشی سے پھولے نہیں سما رہا تھا۔ اسے چوں، چوں بولی پر عبور حاصل ہو گیا تھا۔ ''بالکل آؤں گا بیٹا! سال میں ایک بار تو دور دیس سے آنے والے پرندوں سے ملاقات ہوتی ہے۔ پھر تم لوگوں کی تیاریاں بھی تو دیکھنی ہیں۔'' بندر چاچا نے ہنس کر جواب دیا تھا۔ اگلے دن ایک پھولوں سے لدے درخت کو اسٹیج بنا کر تقریب کا آغاز اللہ کے پاک نام سے کیا گیا۔ ایک کے بعد ایک پروگرام ہوتے رہے۔ اپنے ڈرامے کے بعد چیمی اور کاکا مس فاختہ کو ایک طرف لے گئے اور ان سے تقریب کے آخر میں کاکا کو اسٹیج پر گانا سنانے کی اجازت چاہی۔ مس فاختہ نے کاکا کا گانا حیرت انگیز خوشی سے سنا۔ ''واہ کاکا تم نے تو چوں چوں بولی میں بہت اچھا گانا سیکھ لیا۔''

''اب میں یہی زبان بولوں گا مس فاختہ! میری بلند آواز اور کرخت زبان کا اب کوئی مذاق نہیں اڑا سکتا۔'' کاکا نے فخر سے کہا۔ ''نہیں کاکا، زبان ہماری پہچان ہوتی ہے۔ ہم جتنی بھی زبانیں سیکھ لیں، مگر اپنی پہچان پر شرمندہ نہیں ہونا چاہیے۔ آپ نے ایک نئی زبان، نیا علم سیکھ کر ثابت کیا کہ محنت سے سب ممکن ہے۔ یہ بہت اچھی بات ہے مگر اپنی زبان کو کبھی نہیں چھوڑنا۔'' فاختہ کی بات پر کاکا نے ادب سے سر ہلایا۔ تقریب کے اختتام پر جب گانے کے لیے کاکا کو بلایا گیا تو سبھی حیران رہ گئے۔ ایک کوّے کے منہ سے چوں چوں سن کر انہیں یقین نہیں آ رہا تھا۔ درخت کے پتوں اور پھولوں کے پیچھے سے گانا گاتا جب وہ سب کے سامنے آیا تو تالیوں اور پروں کے پھڑپھڑانے کی آواز سے جنگل گونج اٹھا۔

جھوم جھوم کر گانا گاتے سارے پرندے اس کے ساتھ فضا میں گھوم رہے تھے۔ گانا ختم کر کے کاکا نے اپنی بولی میں کائیں کائیں کر کے سب کا شکریہ ادا کیا۔ وہ مس کی بات سمجھ گیا تھا۔ اسے اپنی زبان پر کوئی شرمندگی نہیں تھی۔ یوں ایک شان دار تقریب اپنے اختتام کو پہنچی۔

☆......☆......☆

دودھ کا دودھ پانی کا پانی

مرسلہ: شانزا خان

اس کہاوت کا مطلب بے انصاف ہونا۔ یہ ایسے موقع پر بولی جاتی ہے جب سچ اور جھوٹ الگ ہو جائیں اور کسی کو اس کے اچھے یا برے کام کا بدلہ ملے۔

قصہ کچھ یوں ہے کہ ایک گوالا بڑا بے ایمان تھا اور دودھ میں پانی ملا کر بیچا کرتا تھا۔ بہت جلد اس نے اچھے خاصے پیسے جمع کر لیے۔ ایک روز اس نے ساری رقم ایک تھیلی میں ڈالی اور اپنے گاؤں کی طرف چل پڑا۔ گرمی کا موسم تھا۔ سر سے پاؤں تک بہہ رہا تھا۔ گوالے کے راستے میں ایک دریا آیا۔ اس نے سوچا چلو نہا لیتے ہیں۔ روپیوں کی تھیلی اس نے ایک درخت کے نیچے رکھی۔ تھیلی پر کپڑے ڈال دیے اور پانی میں کود پڑا۔ اس علاقے میں بندر بہت پائے جاتے تھے۔

اتفاق کی بات کہ ایک بندر درخت پر بیٹھا یہ ماجرا دیکھ رہا تھا۔ گوالے کے پانی میں اترتے ہی بندر درخت سے اترا اور روپیوں کی تھیلی لے کر درخت کی ایک اونچی شاخ پر جا بیٹھا۔ گوالا پانی سے نکلا اور بندر کو ڈرانے لگا، لیکن بندر نے تھیلی کھولی اور روپے ایک ایک کر کے ہوا میں اڑانے لگا۔ درخت دریا کے بالکل کنارے پر تھا۔ اس لیے روپے اڑ اڑ کر پانی میں گرنے لگے۔ گوالے نے نوٹوں کو پکڑنے کی بہت کوشش کی لیکن پھر بھی آدھے پانی میں جا گرے۔ راہ چلتے لوگ، جو گوالے کی بے ایمانی سے واقف تھے وہ یہ تماشا دیکھ کر جمع ہو گئے۔ گوالے کو دیکھ کر کہنے لگے: ''واہ! دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو گیا۔'' یعنی گوالے نے جو آدھے پیسے دودھ میں پانی ملا کر بے ایمانی سے کمائے تھے وہ پانی میں مل گئے۔

☆—☆—☆

گھڑم ڈھرم

روبینہ شکیل

کسی جنگل میں ایک ہرنی اپنے دو بچوں کے ساتھ رہتی تھی۔ ایک کا نام گھڑم اور دوسرے کا نام ڈھرم تھا۔ گھڑم ہمیشہ اپنی ماں کے ساتھ کام کاج میں مدد کرتا مگر ڈھرم فارغ پڑا رہتا۔ کوئی کام نہ کرتا۔ ماں کو جب وقت ملتا تو اس کو نہلاتی دھلاتی، وہی اس کو کھانا کھلاتی۔ ماں کے کئی بار سمجھانے پر بھی اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ تنگ آ کر ہرنی نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔

کچھ وقت گزرا تو جنگل میں قحط شروع ہو گیا۔ کئی مہینوں تک بارش نہ ہوئی۔ سارے ندی نالے خشک ہو گئے۔ مجبوراً جانوروں کو نقل مکانی کرنا پڑی۔ ہرنی کو گھڑم کی تو کوئی فکر نہیں تھی مگر ڈھرم تو زیادہ چل ہی نہیں سکتا تھا کیوں کہ اسے زیادہ بھاگنے دوڑنے کی عادت نہ تھی۔

ہرنی نے اپنے دونوں بیٹوں کو بلایا اور کہا کہ ہم کل صبح سویرے جنگل سے نکل جائیں گے کیوں کہ جنگل سے ہرن بھینسیں وغیرہ نکل رہے ہیں۔ ہم بھی ان کے قافلے کے ساتھ ہی نکلیں گے۔ یہ سن کر ڈھرم تو سخت مشکل میں آ گیا کہ اب کرے تو کیا کرے۔ سوچنے لگا کہ کوئی بات نہیں تھوڑا تھوڑا کر کے راستہ طے کر لوں گا۔

اب سب جانور تو تیزی سے سفر طے کر رہے تھے، لیکن ڈھرم کی ٹانگوں میں شدید درد شروع ہو گیا۔ وہ آرام کی غرض سے بیٹھنے لگا تو اس کی ماں زور سے چلائی: ''بیٹا! تیز چلو ورنہ مارے جاؤ گے۔'' مگر ڈھرم تو بہت تھک چکا تھا۔

اتنے میں جھاڑیوں سے شیر نکل آیا جو بڑی دیر سے ڈھرم کو آہستہ آہستہ چلتا دیکھ رہا تھا۔ گھڑم اور ہرنی نے ڈھرم کو اپنی طرف گھسیٹنا چاہا مگر شیر اتنی تیزی سے جھپٹا کہ ان کی ایک نہ چلی۔ آخر کار ڈھرم شیر کا لقمہ بن گیا۔ گھڑم اور ہرنی نے بڑی مشکل سے اپنی جان بچائی۔ ہرنی اپنے بیٹے اور گھڑم اپنے بھائی کی موت پر رونے لگے۔

☆—☆—☆

خدا کا نام کافی ہے

ام حبیبہ نور

مری قسمت جگانے کو خدا کا نام کافی ہے
ہزاروں غم مٹانے کو خدا کا نام کافی ہے
جو پوچھا کملی والے نے، کہا صدیقؓ اکبر نے
میرے سارے گھرانے کو خدا کا نام کافی ہے
سلگتی آگ پر حبشیؓ کے ہونٹوں سے صدا آئی
مری بگڑی بنانے کو خدا کا نام کافی ہے

☆—☆—☆

انکل انکل! میں عفان

انکل انکل! میں عفان
جی بیٹا! جی میری جان

انکل یہ بتلائیں آپ
کون ہے جنگل کا سلطان

دھیرے سے بولے انکل
ہونٹوں پہ لے کر مسکان

دیکھو بیٹا! بات سنو
بات بڑی ہے یہ آسان

جنگل کی اس دنیا میں
شیر ہی ہوتا ہے پردھان

لومڑ ہوتا ہے چالاک
بندر ہوتے ہیں شیطان

ہیں لنگور کے کالے بال
ہاتھی کے ہیں لمبے کان

انکل انکل! میں حیران
اتنے سارے یہ حیوان
لڑتے ہوں گے روز بھی
کرتے ہوں گے یہ نقصان
ہنس کر یوں بولے انکل
بیٹا جی! تم ہو نادان
میں تم کو سمجھاتا ہوں
کیوں ہوتے ہو یوں ہلکان
جنگل کی اس دنیا کی
کچھ رکھو تم بھی پہچان
جنگل ہوتا ہے گنجان
تھوڑا تھوڑا سا سنسان
رنگ ہیں اس میں قدرت کے
دلچسپی کے سب سامان
چیتا، پانڈا اور بھالو
کیا بتلاؤں رب کی شان
چڑیا، طوطے، مرغابی
سب ہی اللہ کے مہمان
کاش کہ حیوانوں سے بھی
کچھ تو سیکھیں ہم انسان
ذکر اسی کا کرتے ہیں
جو سبحان ہے جو فرقان
یہ مخلوق ہے اللہ کی
دیکھو! کہتا ہے قرآن
انکل! انکل! میں حیران
ان باتوں سے تھا انجان
اب ان ساری باتوں کی
رکھوں گا میں بھی پہچان
☆---☆---☆

انعامی سلسلہ

مرسلہ: سجاد حسین جعفری

پیارے دوستو! جو بچے کسی چیز کو سمجھ کر پڑھتے ہیں، ان کی علمی ادبی صلاحیتیں بہت جلد اجاگر ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ ذیل میں چند سوالات دیے جا رہے ہیں۔
ذرا ان کا جواب دینے کی کوشش کریں۔ ابھی پتا چل جاتا ہے کہ آپ کتنے پانی میں ہیں۔
موصول ہونے والے تمام درست جوابات میں سے بذریعہ قرعہ اندازی تین بچوں کو بہترین انعام حق دار قرار دیا جائے گا۔

ماہنامہ الف نگر 43/11 ایف سی سی ولاز گلبرگ IV لاہور۔

درج ذیل ثقافتی جگہوں کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

1۔ وہ کون سی چیز ہے جو اللہ پاک نہیں دیکھتے؟
2۔ وہ کون سی چیز ہے جو قرآن پاک میں نہیں ہے؟
3۔ وہ کون سی چیز ہے جسے اسلام میں حرام کہا گیا ہے پھر بھی اسے پینے کا حکم ہے؟
4۔ وہ کون سی چیز ہے، جس کا نام لینے سے وہ ٹوٹ جاتی ہے؟
5۔ آپ کی وہ کون سی چیز ہے جسے آپ کے دوست اور دشمن سب استعمال کرتے ہیں لیکن آپ ان کو روک نہیں سکتے؟
6۔ وہ کون سی چیز ہے، جس کے پیٹ میں پاؤں ہوتے ہیں؟
7۔ وہ کون سا لفظ ہے جسے ہر کوئی غلط لکھتا ہے؟
8۔ جسم کا وہ کون سا عضو ہے اگر اس کے نام کو الٹا پڑھا جائے تو جسم کے دوسرے حصے کا نام بن جاتا ہے؟
9۔ اگر اپریل کی 24 تاریخ کو جمعہ کا دن ہو تو 31 تاریخ کو کون سا دن ہوگا؟

ماہِ ستمبر کے شمارے میں "ایک تیر دو شکار" میں پوچھے گئے سوالات کے درست جوابات بہت سے بچوں نے ارسال کیے۔
بذریعہ قرعہ اندازی تین بچوں کو انعام کا حق دار قرار دیا گیا۔

1۔ طہٰ یاسین (حیدرآباد) 2۔ توقیر احمد (کمالیہ) 3۔ اسامہ نجمی (حیدرآباد)

جوابات بھیجنے والے دیگر بچوں کے نام:

سہانا بشیر (دادجل)، ماہ رخ (حیدرآباد)، نائمہ تحریم (کراچی)، ملک محمد احسن (راولپنڈی)، فلک بنت ندیم (حیدرآباد)، مریم بنت کاشف (حیدرآباد)، شہروز اکبر (ساہیوال)، احمد نعیم (دادجل)، شفق نور (راولپنڈی)، حدید یوسف (پاکپتن)، عنبر کاشف (لاہور)، سویرا ملک (لاہور)، امجد سلیم (وہاڑی)، عفری نقوی (چکوال)، انعام الرحمٰن (ایبٹ آباد)، مرزا تیمور بیگ (حیدرآباد)، عنایہ شمس (کبیر وزیکا)، عفیفہ خرم (بہاولپور)، سجاد ظہیر (میانوالی)، انعم شہزادی (لاہور)، عبدالرحمٰن آفاق (مریدکے)، فریدہ انجم (گوجرانوالہ)، نائلہ ظہور (کراچی)، عفت آب (ملتان)، نعمان شیراز (بچیکہ وطنی)، شاہد سرا (خانیوال)، زرغون حیدر (کوئٹہ)۔

شازیہ خان
الف لغت
مس! میں بتاؤں؟
ا
ادھار لینا (فعل) Borrow (v)
ادھار لینے کا مطلب ہے، کوئی چیز کسی دوسرے سے تھوڑے عرصے کے لیے مانگ کر واپس کر دینا۔
☆ اگر آپ اپنا قلم گھر بھول گئے ہیں تو اپنی دوست سے ادھار مانگ لیں۔
استری (اسم) Iron (n)
استری ایک برقی آلہ ہے، جس کی مدد سے آپ اپنے کپڑوں سے شکنیں دور کر کے انہیں سیدھا کر سکتے ہیں۔
☆ آپ کو گرم استری سے دور رہنا چاہیے کیوں کہ اس سے آپ جل سکتے ہیں۔
اڈا، ٹھہرنے کی جگہ (اسم) Station (n)
اڈا وہ جگہ جہاں سے ریل گاڑیاں، بسیں مسافروں کو اٹھاتی ہیں۔ اڈے سے ہی سفر کے لیے ٹکٹ بھی لیا جاتا ہے۔
☆ اگر آپ ٹرین کا سفر کر رہے ہیں تو آپ کو ٹرین کے اڈے پر جانا ہوگا۔
اُچک لینا، جھپٹ لینا (فعل) Grab (v)
اُچک لینا، کسی چیز کو تیزی سے اپنے قابو میں کر لینا۔
☆ چیل نے مرغی کا بچہ اچک لیا۔
اژدھا، بہت بڑا سانپ (اسم) Python (n)
اژدھا ایک بہت بڑا اور طاقت ور سانپ ہے۔ یہ جنگل میں رہتا ہے اور بہت خطرناک ہوتا ہے۔
☆ اژدھا درخت میں رہتا ہے۔
احاطہ، جنگلا (اسم) Fence (n)
احاطہ ایک قسم کی دیوار جو لکڑی یا لوہے کی تار سے بنائی جاتی ہے۔ یہ باغوں اور کھیتوں کی حفاظت کے لیے ان کے ارد گرد لگائی جاتی ہے۔
☆ گلاب کا ایک پودا ہمارے باغ کے احاطے میں بڑھ رہا ہے۔

اسکول سے واپسی ہوئی تو دسترخوان لگ چکا تھا۔ آمنہ اور سمیر یونی فارم تبدیل کر کے، ہاتھ منہ دھو کر دسترخوان پر آ بیٹھے۔ امی جان نے چکن بریانی اُن کے سامنے رکھی تو سمیر نے ''امی جان زندہ باد'' کا نعرہ بلند کیا۔ آمنہ نے اس نعرے میں سمیر کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ سمیر نے مزے دار بریانی کی خوش بُو سونگھتے ہوئے آمنہ کی طرف دیکھا۔ وہ کچھ اُداس سی لگ رہی تھی۔ ''اتنی مزے دار بریانی کی موجودگی میں تمہارے منہ پر بارہ کیوں بج رہے ہیں؟'' سمیر کا یہ جملہ تو آمنہ پر بجلی بن کر گرا تھا۔ امی جان دیگر کھانے پینے کی چیزیں لانے کے لیے باورچی خانے میں تھیں۔ اُن کے کانوں میں آمنہ کی چیخ کے ساتھ یہ جملہ سنائی دیا: ''میں سمیر کو نہیں چھوڑوں گی۔''

سمیر خود کو بچانے کے لیے اندرونی سیڑھیوں کی طرف لپکا۔ آمنہ دسترخوان سے اٹھی، سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔ سمیر سیڑھیوں کے درمیان تھا کہ اُس کا پاؤں پھسلا، اُس نے خود کو سنبھالا۔ آمنہ مسلسل اُس کے پیچھے تھی۔ دونوں کے راستے میں آنے والی ہر چیز گرتی جا رہی تھی۔ طوطے کا پنجرہ گرا تو بے چارہ طوطا گرتے ہوئے بھی ''میاں مٹھو چوری کھاؤ گے'' کا راگ الاپ رہا تھا۔ گل دان میں موجود مصنوعی پھول بھی بکھر گئے تھے۔ سمیر نے سیڑھیوں کی بائیں جانب کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کرنے کی کوشش کی تو آمنہ نے دروازے میں اپنا پاؤں رکھ کر سمیر کی کوشش ناکام بنا دی۔ اب دونوں میں زور آزمائی جاری تھی۔ سمیر نے ایک جھٹکے سے دروازے پر اپنی گرفت ڈھیلی کی تو آمنہ اوندھے منہ کمرے میں جا گری۔

''اب بتاؤ کیا وقت ہوا ہے؟ میرا خیال ہے بارہ بج گئے ہیں۔'' سمیر یہ جملہ اچھال کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ آمنہ ہمت کر کے اٹھی۔ سمیر اب سیڑھیوں پر موجود تھا۔ امی جان دونوں کو غصے سے گھور رہی تھیں۔ بریانی بھی ان سے ناراض دکھائی دے رہی تھی۔ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے سیڑھیوں تک آئیں اور انھوں نے سمیر کو قابو کر لیا۔ آمنہ تیزی سے سمیر کی طرف بڑھی۔ اس سے قبل کہ وہ جوابی حملہ کرتی امی جان نے سمیر کو سمجھایا۔ ''بڑی بہن کو کیوں تنگ کرتے ہو؟''

''بڑی بہن......!'' سمیر کے لہجے میں شرارت تھی۔ ''ہاں! آمنہ تم سے ڈیڑھ سال بڑی ہے، تمہاری آپی ہے، تم اسے آپی کیوں نہیں کہتے؟'' سمیر ابھی تک امی جان کی گرفت میں تھا۔ ''آ......پی؟ اچھا تو کس بارہ بجے میری آپی ہے۔'' سمیر اپنی شرارتوں سے بھلا کہاں باز آنے والا تھا۔

''امی جان ...... امی جان! اس نے پھر مجھے مس بارہ بجے کہا ہے، میں اب اسے
نہیں چھوڑوں گی، میں بدلے لے کر رہوں گی، اس نے خود کو سمجھ کیا رکھا ہے۔'' آمنہ یہ
کہہ کر سمیر کی طرف بڑھی تو امی جان بیچ میں آ گئیں۔ وہ دونوں کو کچھ دیر سمجھا بجھا کر
دسترخوان پر لے آئیں۔ بریانی صاحبہ شدت سے ان کا انتظار کر رہی تھیں۔ دونوں کو
دیکھ کر وہ خوش ہو گئی تھی۔ سمیر بریانی کھاتے ہوئے بار بار ''واہ...... مزا آ گیا، بہت
مزے دار ...... بریانی ہو تو ایسی'' کہہ رہا تھا۔

''خاموشی سے کھانا کھاؤ، کھانا کھاتے ہوئے بولتے نہیں۔'' امی جان نے
آہستگی سے کہا۔ آمنہ اب بھی خاموش تھی۔ سمیر ہر بات میں بارہ بجے کا ذکر کرنے سے
باز نہیں آ رہا تھا۔ وہ کہنے لگا: ''بارہ بجے اچانک پرنسپل صاحبہ ہماری جماعت میں آ گئی
تھیں، انہیں دیکھتے ہی طلبہ کے چہروں پر بارہ بج گئے تھے۔ اتفاق دیکھیے ہم اردو کا
سبق نمبر بارہ ہی پڑھ رہے تھے۔ یہ سبق وقت کے حوالے سے ہے۔ سبق میں بہت
سی گھڑیوں کی تصویریں تھیں، ان میں دو گھڑیوں پر بارہ بج رہے تھے۔''

بارہ بجے کی گردان سن کر آمنہ رونے لگی۔ ''امی جان! بھائی کو منع کریں، میں
پہلے ہی پریشان ہوں۔''

''کیا ہوا ہے میری بچی کو؟'' امی جان آمنہ کی بلائیں لینے لگیں۔ ''امی جان!
میں ریاضی کی کاپی لے کر گئی تھی پھر نہ جانے وہ کہاں چلی گئی۔'' آمنہ نے روتے
ہوئے سب کچھ بتا دیا۔ ''اچھا تو شکل پر اس لیے بارہ بج رہے تھے، میرا اندازہ غلط
نہیں تھا؟'' سمیر اسے چھیڑتے ہوئے مسلسل بریانی پر ہاتھ صاف کر رہا تھا۔

''میں کل اسکول جا کر تمہاری کلاس ٹیچر سے ملوں گی۔'' امی جان نے آمنہ
تسلی دیتے ہوئے کہا۔ ''امی جان! بارہ بجے سے پہلے اسکول مت جائیے گا۔'' سمیر
یہ کہہ کر اپنے کمرے کی طرف دوڑ پڑا۔ آمنہ کا اب اس کا تعاقب کرنے کا کوئی ارادہ
نہ تھا۔ آمنہ کی ریاضی کی کاپی کا معما اس وقت حل ہوا جب اس کی سہیلی عروش نے اسے
فون کر کے بتایا کہ اس کی کاپی نہ جانے کیسے اس کے بیگ میں آ گئی ہے۔ سمیر سے جب
کاپی لانے کے لیے کہا گیا تو اس نے اپنی شرائط کی لمبی لسٹ آمنہ کے سامنے رکھ دی۔

''آنے جانے کا سو روپیہ کرایہ لوں گا۔ آتے ہوئے شوارما بھی کھاؤں گا، ایک
بار بارہ بجے کا ذکر بھی کروں گا۔''

''تمہاری ایک شرط کے علاوہ ہر شرط منظور ہے۔'' آمنہ کی بات سن کر سمیر جا
گیا تھا کہ اس کی کون سی شرط رد کی گئی ہے۔ ''تمہیں ہر شرط ماننا ہوگی ورنہ میں کا
لینے نہیں جاؤں گا۔'' سمیر نے اپنا فیصلہ سنا دیا تھا۔

''مان جاؤ، میرے پیارے بھیا! دیکھ لو اس وقت میرے چہرے پر بارہ تو
بجے ہیں، ہاں خود دیکھ لو۔'' سمیر نے آمنہ کے ہاتھ میں سو سو روپے کے دو نئے نو
نوٹ دیکھ لیے تھے۔ وہ اپنی ایک شرط سے پیچھے ہٹنے کے لیے تیار تھا۔ دونوں
ہنسی خوشی معاہدہ طے پا گیا۔ مغرب کی اذان سے پہلے آمنہ کی ریاضی کی کاپی
کے سامنے تھی۔ اس کی اداسی جاتی رہی تھی۔

رات کے وقت ابو جان کی عدالت میں آمنہ نے بارہ بجے کا مقدمہ دائر کر دیا۔ اب خوف کے مارے سمیر کے چہرے پر بارہ بج رہے تھے۔ طوطے کا زخمی ہونا اور گل دان کا ٹوٹ جانا۔ ہر بات ابو جان کے علم میں آ چکی تھی۔ ریاضی کی کاپی واپس ہونے کے لیے دو سو روپے کا معاملہ بھی زیر بحث آیا۔ ابو جان نے دونوں کا موقف سننے کے بعد فیصلہ سناتے ہوئے کہا۔

"سمیر نے اپنی آپی کو تنگ کیا ہے اس لیے ایک ماہ تک اس کا جیب خرچ بند کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ فیصلے کے خلاف کہیں اپیل نہیں کی جا سکے گی۔ اگر بارہ بجے کا تذکرہ دوبارہ کیا گیا تو سزا کا دورانیہ بڑھایا بھی جا سکتا ہے۔"

آمنہ نے سمیر کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر واقعی بارہ بج رہے تھے۔ اگلے دن اسکول جاتے ہوئے سمیر کو لنچ بکس تو ملا تھا مگر جیب خرچ کے لیے پیسے نہیں ملے جس کے باعث وہ کینٹین سے کچھ نہ خرید سکا۔ شام کے وقت آمنہ سمیر کے کمرے کے پاس گزری تو وہ با آواز بلند بارہ کے ٹیبل کو رٹا لگا رہا تھا۔ آمنہ کو ایسے لگا جیسے وہ اُسے چھیڑ رہا ہو۔ وہ دروازے پر جا کر کھڑی ہو گئی۔ سمیر برابر بارہ کے ٹیبل کو رٹ رہا تھا۔ "اپنی حرکتوں سے باز آ جاؤ ورنہ پاپا کی عدالت سے مزید سزا ملے گی۔"

"اچھا تو تمہارا خیال ہے میں بارہ کا ٹیبل تمہیں تنگ کرنے کے لیے یاد کر رہا ہوں۔ ایسا نہیں ہے کل جماعت میں 15 تک ٹیبل کا ٹیسٹ ہے۔ اگلے دیے تو سارے تک ٹیبل یاد ہیں یہ کم بخت بارہ کا ٹیبل نہ جانے کیوں یاد نہیں ہو پا رہا۔ لگتا ہے تمہاری بددعا لگ گئی ہے۔ بس بارہ بجے۔" سمیر کا یہ جملہ سن کر آمنہ کو غصہ آ گیا۔ وہ اس غصے میں سمیر کو دوبارہ گھورتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔

بدھ کو آمنہ اسکول سے آئی تو اسے ہلکا ہلکا بخار تھا۔ امی جان نے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا تو وہ گرم تھی۔ شام تک بخار کی شدت میں اضافہ ہو گیا۔ ابو جان گھر آئے تو آمنہ کو ڈاکٹر راحیل کے کلینک لے گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے چیک اپ کرنے کے بعد دوا لکھ دی۔ صبح تک بخار کی شدت میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔ بخار وقفے وقفے سے کم زیادہ ہو رہا تھا۔ ابو جان دفتر سے چھٹی لے کر آمنہ کو اسپتال لے گئے۔ ابتدائی ٹیسٹ کے بعد ڈاکٹر نے ڈینگی بخار کی تشخیص کی۔

بخار کبھی کم ہو جاتا اور کبھی زیادہ۔ آمنہ کو ڈینگی وارڈ میں داخل کر لیا گیا۔ ڈاکٹر نے سیب اور انار کا تازہ جوس آمنہ کو پلانے کی ہدایت کی۔ سمیر کی جیب تو خالی تھی۔ اس کی نگاہ جب بھی اپنی بہن پر پڑتی، شرم سے اس کا سر جھک جاتا۔ اس نے اپنے سے ڈیڑھ سال بڑی بہن کو "بارہ بجے بارہ بجے" کہہ کر بہت تنگ کیا تھا۔ میں اپنی پیاری آپی کے لیے انار کا تازہ جوس لاؤں گا۔ اس نے کرکٹ بیٹ خریدنے کے لیے کچھ پیسے جمع کیے تھے۔ الماری سے وہ پیسے لے کر رحمت جوس کارنر سے دو گلاس انار کا جوس لے کر وارڈ میں چلا گیا۔ آمنہ اس وقت چھت کو تک رہی تھی۔

"آپی۔۔۔ آپی! دیکھو میں آپ کے لیے انار کا تازہ جوس لایا ہوں۔" آپی کا
کمرے کے قریب تھیں، امی جان اور آمنہ کو یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ سمیر یہ لفظ اپنی
زبان سے ادا کر سکتا ہے۔ کہاں بارہ بجے اور کہاں آپی، یہ پل بھر میں کیا ہو گیا سمیر کو؟

"آپی! مجھے معاف کر دیں، میں آئندہ آپ کو تنگ نہیں کروں گا۔ انار کا جوس پی
لیں، یہ جوس میں اپنے پیسوں سے لایا ہوں۔" سمیر کی محبت بھری باتیں سن کر آمنہ
تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ "تمہارے پاس پیسے کہاں سے آئے؟ جیب خرچ تو تمہارا
بند ہے۔" آمنہ نے دھیمی آواز میں سمیر سے سوال کیا۔

"میں نے کرکٹ بیٹ لینے کے لیے پیسے جمع کیے تھے۔ انار کا یہ مزے دار جوس
میں اپنی پیاری آپی کے لیے انہی پیسوں سے لے کر آیا ہوں۔ آپ جلدی ٹھیک
ہو جائیں، گھر آپ کے بغیر سونا سونا لگتا ہے۔" آمنہ حیران تھی کہ سمیر کو کیا ہوا؟ بڑی
بڑی باتیں کرنے لگا ہے۔ ابو جان وارڈ کے دروازے کھڑے سمیر کی باتیں سن رہے
تھے۔ انھوں نے اسی وقت سمیر کی جیب خرچ بند کرنے کی سزا ختم کرنے کا فیصلہ کیا اور
وارڈ میں آ کر یہ فیصلہ سب کے سامنے سنا دیا۔

دس دن بعد آمنہ آپی گھر آئی تو سمیر سب سے زیادہ خوش دکھائی دے رہا تھا۔ آخر
انھی بخار پر قابو پا لیا گیا۔ خون میں سفید خلیوں کی تعداد بھی تسلی بخش تھی۔ گھر والوں
کے ساتھ ساتھ سمیر بھی آمنہ کے لیے تازہ جوس لا رہا تھا۔ اب اس کے پاس پیسوں کی
کمی نہ تھی۔ اتوار کو سمیر اپنی پیاری آپی کے پاس بیٹھا تھا کہ وال کلاک نے بارہ مرتبہ ٹن
ٹن کر کے دوپہر کے بارہ بجنے کا اعلان کیا۔ آمنہ نے سمیر کی طرف دیکھ کر پوچھا: "سمیر!
کیا بارہ بج گئے ہیں؟"

"نہیں پیاری آپی! ابھی نہیں بجے، گیارہ بج کر ساٹھ منٹ ہوئے ہیں۔ آپ خود دیکھ
لیں، گھڑی پر گیارہ بج کر ساٹھ منٹ ہوئے ہیں۔" سمیر کسی صورت اپنی آپی کے سامنے
بارہ بجے کا ذکر کر کے تنگ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ یہ سنتے ہی امی اور آپی کھلکھلا کے ہنس دیں۔
سمیر اب کوئی ایسی حرکت نہیں کرنا چاہتا تھا کہ اس کی پیاری آپی اس سے ناراض ہوں۔
اب جب بھی بارہ بجے کا وقت ہوتا ہے وہ بارہ بجے کے بجائے گیارہ بج کر ساٹھ منٹ کہتا
ہے۔ سمیر اب بڑا ہو گیا ہے۔ بڑی بڑی باتیں اور بڑے بڑے کام کرنے لگا ہے۔

☆...☆...☆

بکھر گئے۔ انکل بدحواس کبھی ایک سمت بھاگتے تو کبھی دوسری سمت، مگر لڑکے بھلا کہاں ان کے ہاتھ آتے۔ آخر کار انہیں خود ہی واپس آنا پڑا۔

کچھ دیر میں گاؤں سے شہر کو جاتی ہوئی سڑک پر انکل بدحواس کا سکوٹر بھاگا جا رہا تھا۔ اچانک ایک جھٹکا لگا اور سکوٹر بند ہو گیا۔ اس نے مزید چلنے سے انکار کر دیا۔ انکل بدحواس کو یہ بے حسی ایک آنکھ نہ بھائی۔ انہوں نے سکوٹر سٹارٹ کرنے کے لیے زوردار کک لگائی مگر ناکام رہے۔ بار بار کوشش کے باوجود سکوٹر نہ چلا۔ اب تو ان کا ماتھا ٹھنکا، انہوں نے ٹینکی کھنگالی مگر وہ تو لبالب بھری ہوئی تھی۔ انکل بدحواس نے زچ ہو کر ایک ہی لمحے میں دس بارہ ککوں سے حملہ بول دیا مگر سکوٹر تو جیسے گہری نیند میں تھا، اسے ذرا اثر نہ ہوا۔ بے چارے انکل بدحواس اب پسینے میں نہا چکے تھے۔ وہ ہانپتے ہوئے وہیں سڑک کے کنارے بیٹھ گئے۔ آس پاس کسی چیز کا وجود نہ تھا۔ انہوں نے آستین چڑھا کر سکوٹر کو دھکیلنا شروع کیا اور گھسیٹتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ اکھڑی ہوئی سانسوں کے ساتھ ان کا جسم بھی لرز رہا تھا۔ ڈیڑھ میل کی مسافت پیدل طے کرنے کے بعد انہیں ایک چھوٹی سی کوٹھڑی نظر آئی، جس کی دیوار پر چند بوسیدہ ٹائر لٹک رہے تھے۔ ایک بھاری بھرکم آدمی چارپائی پر اوندھے منہ لیٹا ہوا تھا۔ انکل بدحواس نے سکھ کا سانس لیتے ہوئے اس آدمی کو پکارا مگر جب کوئی حرکت نہ دیکھی تو اسے جھنجھوڑ ڈالا۔

''ارے میاں! اٹھیے نا! ہمارا سکوٹر خراب ہو گیا اور آپ کو نیند چڑھی ہوئی ہے۔'' یہ سنتے ہی وہ آدمی ہڑبڑا کر اٹھا اور سکوٹر کو بغور دیکھنے کے بعد اس کا پلگ ٹھیک کرنے لگا۔

''اوہ! جناب اس کا پلگ خراب ہے اور ساتھ ٹائر بھی پھٹ چکا ہے۔'' مکینک نے انکل بدحواس کو ٹائر کی طرف متوجہ کر کے کہا پھر جلدی سے اس نے پلگ ٹھیک کیا، اس کے بعد بے دردی سے ٹائر کا آپریشن کرنے میں مصروف ہو گیا۔ ''اجی! شہر سے نیا ٹائر لانا ہو گا۔'' مکینک نے آواز لگائی۔

''تو لے آؤ بھائی صاحب!'' وہ منہ بناتے ہوئے بس اتنا ہی بول سکے۔ ''ٹائر کی قیمت اپنی جگہ... مگر آنے جانے کا کرایہ بھی لگے گا۔'' مکینک بولا۔ ''تو کرایہ بھی لے لو بھائی!'' انکل بدحواس نے منہ بسورتے ہوئے اسے کرایہ اور نئے ٹائر کی قیمت دی۔ راستے میں بس سٹاپ پر ایک بس آ کر رکی۔

''ارے چھوٹے! دکان کا خیال رکھنا، میں ذرا بازار تک جا رہا ہوں۔'' مکینک نے چھوٹے کو آواز دی اور خود بس کی طرف بڑھا۔ انکل بدحواس بھی بس کی طرف لپکے۔ بدحواسی میں وہ یہ بات بھول گئے تھے کہ شہر سے ٹائر تو وہ خود بھی لا سکتے ہیں۔ بے چارے خود کو کوس رہے تھے کہ صبح ساڑھے چھ بجے گھر سے نکلنے کے باوجود راستے ہی میں دس بج گئے۔ وہ الگ بات کہ ان کے اپنے چہرے پر بارہ بجے ہوئے تھے۔ لوکل بس جگہ جگہ پر سٹاپ کرتی ٹھیک بارہ بجے شہر پہنچی تو انکل نے سکھ کا سانس لیا۔ ''میں جلد لوٹ آؤں گا، تم اتنی دیر میں سکوٹر کا ٹائر بدل دینا۔'' انکل نے بس سے اترتے ہوئے مکینک سے کہا۔ ''ٹھیک ہے جناب!'' مکینک نے جواب دیا تو انکل بدحواس جلدی سے ایک رکشا میں بیٹھ گئے: ''چل میاں! ذرا کچہری تک لے چل!'' انہوں نے رکشا ڈرائیور کو منزل کا پتا بتایا۔ ''آپ وہاں کیوں جا رہے ہیں؟'' رکشا ڈرائیور نے پوچھا۔ ''میاں! ہم اپنے کام سے جا رہے ہیں، تمہیں کیا؟'' انکل بدحواس سخت لہجے میں بولے۔ ڈرائیور نے کندھے اچکائے اور رکشا سڑک پر دوڑا دیا۔ کچہری پہنچ کر انکل بدحواس کی بدحواسی کا عالم دیکھنے والا تھا کیوں کہ آج تو ہفتہ وار چھٹی تھی اور انکل بدحواس یہ بات بھول گئے تھے مگر اب غصے سے مٹھیاں بھینچ رہے تھے۔ ''اف...... یہ کیا ہو گیا۔'' انکل چلائے۔ ''میں نے تو پوچھا تھا مگر آپ......'' رکشہ ڈرائیور ہنس پڑا۔

''چل اب باتیں نہ بنا......'' انکل نے اس پر غصہ نکالا اور پھر بس میں دھکے کھاتے ہوئے کسی طرح مکینک کی دکان پر واپس پہنچ گئے۔ تب تک ان کا سکوٹر تیار ہو چکا تھا۔ انہوں نے مکینک کو پیسے دیے اور سکوٹر پر بیٹھ کر گھر کو واپس جاتے ہوئے ہواؤں میں اڑنے لگے۔ ان کے جاتے ہی مکینک نے آواز لگائی: ''چھوٹے! دکان بند کر دے......!''

''آج اتنی جلدی استاد......؟'' چھوٹے نے پوچھا۔ ''ارے چھوٹے! ایسا بدحواس گاہک ایک بھی آ جائے تو ہمارے لیے تو بہت ہے۔ چل اب گھر چلتے ہیں، آج تو اچھا کما لیا۔'' مکینک نے ہنستے ہوئے کہا۔ ادھر انکل بدحواس اپنی گلی میں داخل ہوئے تو سامنے سے وہی شرارتی لڑکے آ رہے تھے۔ ایک لڑکے نے آواز لگائی: ''انکل جی...... سٹینڈ اوپر کر لیں!'' بدحواسی کے عالم میں انکل بدحواس نے اپنی ٹانگ سٹینڈ کی طرف بڑھائی پھر فوراً ہی بات ان کی سمجھ میں آ گئی۔ چناں چہ ایک لمحے میں انہوں نے سکوٹر کو زمین پر لٹایا اور بچوں کے پیچھے دوڑ لگا دی۔

بھاگتے دوڑتے وہ محلے کے دو شرارتی بچوں کو پکڑنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس سے پہلے کہ وہ بچوں کو سزا دیتے، محلے کے حاجی انور علی کہیں سے نمودار ہوئے۔ انہوں نے سمجھا بجھا کر انکل بدحواس کا غصہ ٹھنڈا کیا۔ کچھ ہی دیر میں حاجی انور علی نے بچوں کو اکٹھا کر کے پیار سے سمجھانا شروع کیا تو انکل بدحواس غصے کے گھونٹ بھرتے ہوئے گھر روانہ ہو گئے۔

☆......☆......☆

کارٹونز کی دُنیا

ARCTIC JUSTICE
THUNDER SQUAD

آرکٹک جسٹس تھنڈر سکواڈ

پیارے دوستو! کارٹون کی دنیا میں آج ہم لائے ہیں آپ کے لیے ایک اور دل چسپ کارٹون فلم'' آرکٹک جسٹس تھنڈر سکواڈ''
یہ ایک کمپیوٹرائز اینی میٹڈ مزاحیہ فلم ہے جو'' سویفٹی'' نامی ایک لومڑ کے گرد گھومتی ہے۔ وہ لومڑ کوریئر سروس میں ملازمت کرتا ہے۔
سویفٹی کا خواب ہے کہ وہ ایک دن اپنی کمپنی کا سب سے کامیاب ڈیلیوری مین یعنی ڈاکیا بن جائے۔ یہ ثابت کرنے کے لیے وہ ہر وقت کوشش کرتا رہتا ہے۔ ایک دن سویفٹی ایک خفیہ پارسل پہنچانے کے لیے ایک گمنام قلعے میں جاتا ہے جہاں اس کی ملاقات بھاری بھرکم'' ڈاک والرس'' سے ہوتی ہے جو دنیا کو تباہ کرنے کے بھیانک مشن پر کام کر رہا ہے۔ ڈاک والرس کے پاس سمندری پرندوں کی ایک وفادار فوج ہے۔ جلد ہی سویفٹی کو خبر ہو جاتی ہے کہ'' ڈاک والرس'' قطب شمال پر جمی برف پگھلانے والا ہے تاکہ دنیا خطرناک سیلابوں میں تباہ ہو جائے اور وہ خود ایک سپر پاور بن جائے۔ ڈاک والرس کو ناکام کرنے کے لیے سویفٹی اپنے دوست قطبی بھالو اور دوسرے دوستوں کی مدد لیتا ہے۔ آگے کیا ہوتا ہے یہ جاننے کے لیے آپ کو'' آرکٹک جسٹس تھنڈر سکواڈ'' دیکھ کر ہی پتا چلے گا۔
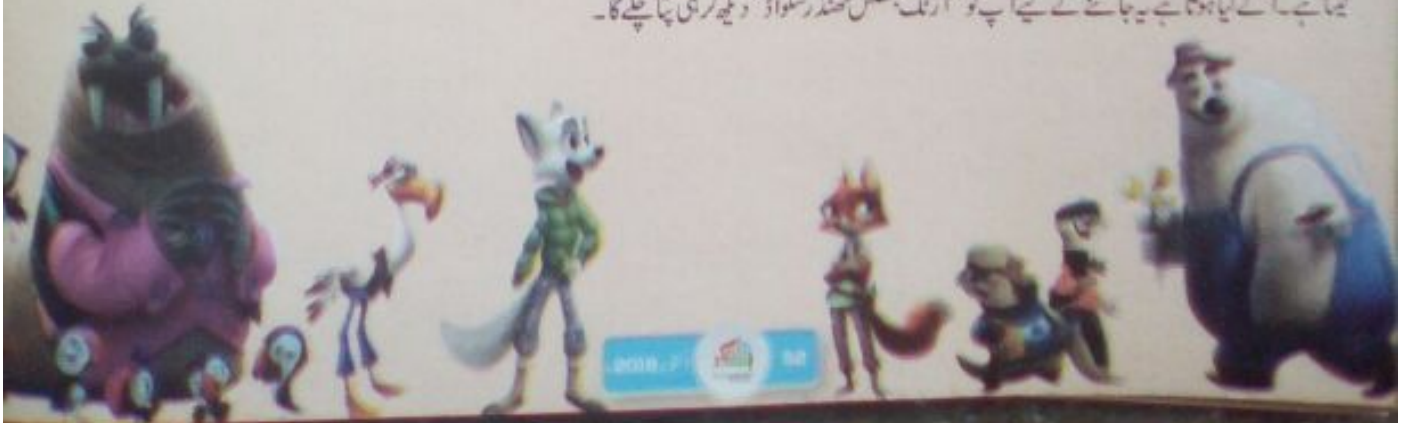
اُلّو کی کچہری

شام ہوتے ہی اُلّو میاں کچہری کی کارروائی بند کرنے کا سوچ رہے تھے۔ اچانک چنکو بندر روتے دھوتے وہاں آ نکلا۔ آتے ہی اس نے اپنے دوست منگو بندر کی شکایت کی کہ منگو نے اُس کی رقم والی تھیلی چرالی ہے۔ تفصیل پوچھنے پر بے چارے چنکو نے بتایا کہ میں نے تھوڑی تھوڑی کر کے کافی رقم جمع کی تھی جو ایک تھیلی میں ڈال کر جنگل میں لگی بیریوں کے پاس ایک برگد کے درخت کی جڑ میں چھپائی تھی۔ لیکن منگو کے علاوہ کسی کو اس جگہ کا علم نہ تھا اس لیے مجھے شک ہے کہ رقم اسی نے چرائی ہے۔ اُلّو میاں نے خبری کوے کے ذریعے منگو کو بلا بھیجا۔ منگو نے آتے ہی اپنی صفائی پیش کی کہ جناب مجھے تو برگد کے درخت کا علم ہی نہیں، میں رقم بھلا کیسے چرا سکتا ہوں؟ اس پر اُلّو میاں پریشان ہو کر سوچ میں پڑ گئے پھر انہوں نے چنکو سے کہا کہ جاؤ ایک بار دوبارہ برگد کے درخت کے آس پاس دیکھو۔ شاید تمہاری رقم والی تھیلی اُدھر ہی ہو۔ اُلّو میاں کے حکم پر چنکو بے چارا برگد کی طرف روانہ ہو گیا۔ کچھ دیر بعد اُلّو میاں نے پاس بیٹھے منگو سے پوچھا کہ بتاؤ چنکو برگد تک پہنچ گیا ہوگا یا نہیں؟ اس پر منگو فوراً بولا: ''نہیں حضور! برگد کا درخت تو جنگل کے دوسرے کنارے پر ہے۔ چنکو ابھی راستے ہی میں ہوگا۔'' یہ بات سنتے ہی اُلّو میاں نے منگو کو گرفتار کرنے کا حکم دے دیا۔

پیارے دوستو! اگر آپ ہیں ذہین تو بتایئے کہ اُلّو میاں کو منگو کے مجرم ہونے کا کیسے علم ہوا؟ درست جواب دینے والے تین بچوں کو بذریعہ قرعہ اندازی ملے گا زبردست انعام۔

ماہ ستمبر کا درست جواب: چیتے کو جنگل کی حفاظت کے لیے رکھا گیا تھا مگر وہ سو کر خواب دیکھتا رہا۔ درج ذیل تین بچوں کو بذریعہ قرعہ اندازی انعام کا حق دار قرار دیا گیا۔

ماہ اکتوبر کے شمارے میں ''اُلّو کی کچہری'' میں پوچھے گئے سوال کا درست جواب بہت سے بچوں نے ارسال کیا۔

بذریعہ قرعہ اندازی تین بچوں کو انعام کا حق دار قرار دیا گیا۔

(1) لائبہ نور (راولپنڈی) (2) محمد زبیر علی (ننکانہ صاحب) (3) مریم بنت کاشف (حیدرآباد)

مقابلے میں حصہ لینے والے دیگر بچوں کے نام:

شمیر احمد (منڈی بہاؤالدین)، احمد حنان (حافظ آباد)، روحیل خان (پشاور)، نائلہ شبیر (سکھر)، آذر جان (گلگت)، نائمہ رؤف (ساہیوال)، عائشہ حیات (ملتان)، وقار مریم (اٹک)، شائستہ کمال (شہداد پور)، صنوبر غنی (کوئٹہ)، نائمہ تحریم (کراچی)، محمد ثوبان (سرگودھا)، ملک محمد احسن (راولپنڈی)، شفیق نور (راولپنڈی)، ماہ رخ (حیدرآباد)، توقیر احمد (کراچی)، خرم سبحان (ایبٹ آباد)، فوزیہ قدیر (ہری پور)، احمد کمال (چنیوٹ)، عائزہ سعید (خوشاب)۔

"اب میری سمجھ میں یہ بات آئی کہ میں کئی دن سے خواب میں دوڑ کیوں رہا ہوں۔ میں نے اسکول کے سالانہ دوڑ مقابلے میں حصہ جو لینا ہے۔" عمران کو یوں لگا جیسے اس کی الجھن دور ہوگئی۔

"اچھا امی جان! یہ اچانک آنکھ کیوں کھل جاتی ہے؟ کئی بار تو خواب مکمل ہو جاتے ہیں اور بعض دفعہ جلدی آنکھ کھل جاتی ہے اور کئی مرتبہ تو میں بہت سارے خواب دیکھنے کے بعد جاگتا ہوں۔ ایسا کیوں ہے؟"

"بیٹا! نیند کے بارے میں کچھ باتیں ایسی ہیں جن کی وجوہات سائنس دان بھی بتانے سے قاصر ہیں۔ بعض اوقات، ہم فوراً ہی گہری نیند میں چلے جاتے ہیں اور کئی بار یوں ہوتا ہے کہ سونے کی کوشش اور خواہش کے باوجود نیند نہیں آتی۔ ماہرین ابھی تک یہ معلوم نہیں کر سکے کہ وہ کیا چیز ہے جو ہمیں جاگنے پر مجبور کرتی ہے۔

سوچنے، دیکھنے اور محسوس کرنے جیسی ہر ذہنی مشقت پر توانائی صرف ہوتی ہے۔ جسم کی طرح ہمارے دماغ اور عصبی نظام کو بھی آرام چاہیے۔ پرسکون اور گہری نیند سے جاگنے پر ہم ہشاش بشاش ہوتے ہیں۔ جاگنے کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ سونے کے دوران بھی ہمارا جسم بھوک یا موسم کی شدت یا ڈر اور خوف جیسے جذبات محسوس کرتا ہے۔ اس طرح کے احساس دماغ کے لیے اندرونی تحریک کا کام دیتے ہیں اور ہم نیند سے بیدار ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس، جاگنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ہماری نیند پوری ہو چکی ہوتی ہے۔" امی جان نے تفصیل سے بتایا۔

"لیکن میری نیند تو ابھی باقی ہے۔ آپ مجھے پھر سے سلا دیں نا۔" عمران نے لاڈ بھرے لہجے میں کہا اور امی جان کے تکیے پر سر رکھ کر سو گیا۔

☆...☆...☆

کھیل کھلاڑی

بو آن، بو آن

پیارے دوستو! "کھیل کھلاڑی" سلسلے میں ہم آپ کو دنیا بھر کے روایتی، غیر روایتی، نئے پرانے، دل چسپ کھیلوں اور مختلف کمپیوٹر گیمز سے متعلق بتائیں گے۔ امید ہے یہ سلسلہ آپ کو پسند آئے گا۔

یہ کھیل زمین پر لکیریں کھینچ کر کھیلا جاتا ہے۔ پکی زمین یا فرش پر کھیلنا مقصود ہو تو چاک سے لکیریں کھینچی جاتی ہیں، جب کہ کچی زمین پر کھیلنے کے لیے لکڑی کی مدد سے نشان دہی کر لی جاتی ہے۔

یہ فلپائن کے بچوں کا پسندیدہ کھیل ہے۔ اسے وہاں کی زبان میں "بو آن بو آن" یعنی "لکیر کے اوپر" والا کھیل کہتے ہیں۔ اسپین میں بھی یہ کھیل "[illegible]" کے نام سے کھیلا جاتا ہے۔

- اس میں کھلاڑیوں کی تعداد 3 سے 12 ہوتی ہے۔
- زمین پر نشان دہی کے لیے چاک یا لکڑی کا ٹکڑا لیں۔ اس کی مدد سے ایک بڑا سا دائرہ بنا لیں۔
- دائرہ بنا کر اسے لکیروں کی مدد سے چار برابر حصوں میں تقسیم کریں۔ خیال رہے کہ دائرہ اتنا بڑا ہو، جس میں تمام کھلاڑی باآسانی حرکت کر سکیں۔
- باری دینے والا کھلاڑی دائرے کے وسط میں لکیر پر پیر رکھ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔
- باقی تمام کھلاڑی دائرے کے اندر داخل ہوتے اور حرکت کرتے رہتے ہیں۔
- کھیل شروع ہونے پر باری دینے والا کھلاڑی لکیروں کے اوپر بھاگتے ہوئے دوسرے کھلاڑی کو چھونے کی کوشش کرتا ہے۔ بھاگتے وقت وہ کسی بھی حد تک جا سکتا ہے مگر اس کا ایک پیر لکیر پر ہونا لازم ہے۔
- جیسے ہی وہ کسی کھلاڑی کو چھوتا ہے تو اس کی جگہ چھوا جانے والا کھلاڑی باری دیتا ہے۔

یہ کھیل دیگر ممالک کی طرح پاکستان کے کئی علاقوں میں بھی کھیلا جاتا ہے۔ آپ بھی اس کھیل سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔

☆...☆...☆

بوجھو تو ذرا......!

عالیہ عبدالکلام

میں چارہ شوق سے کھاتا ہوں
اور بھاری بوجھ اٹھاتا ہوں

جس سمت بھی جانا ہو مجھ کو
میں دوڑ کے فوراً جاتا ہوں

میں بزدل ہوں نہ کم ہمت
کب کسی سے میں گھبراتا ہوں

ساحل پر جب میں جاؤں تو
بچوں کو خوب گھماتا ہوں

میں دوڑتا ہوں جیسے کہ ہوا
موجوں سے بھی لڑجاتا ہوں

اک ریشم جیسی دُم میری
اس دُم پر میں اتراتا ہوں

بوجھو تو ذرا تم، کون ہوں میں؟
یہ تصویر خود بتلاتا ہوں

پڑھتے ہیں بچے "ہورس" مجھے
میں گھوڑا بھی کہلاتا ہوں

☆......☆......☆

آپ بھی لکھیے

انعامی مقابلہ جات (کہانی/مضمون)

یہ جو چھ عدد تصاویر دی گئی ہیں جو پاکستان کے مختلف صوبوں کی نمائندگی کر رہی ہیں۔ اسی طرح پاکستان میں اور بھی بہت سے ثقافتی مقامات ہیں۔ اپنے علاقے یا کسی پرانی تہذیب پر قلم اٹھایئے۔ چاہے وہ علاقہ یا تہذیب آپ کے آس پاس ہی ہو۔ اس ثقافتی ورثے کے ساتھ منسلک کوئی سنی سنائی کہانی، داستان یا اس ثقافتی ورثے کے بارے میں معلوماتی مضمون لکھیں اور جیتیں درج ذیل انعامات۔

اوّل	دوم	سوم
3000 روپے	2000 روپے	1000 روپے

بہترین تحریریں میگزین میں شامل کی جائیں گی۔

شرائط:

1. مقابلے میں صرف میٹرک تک کے بچے حصہ لے سکتے ہیں۔
2. ایک بچہ کسی ایک سلسلے میں ہی حصہ لے سکتا ہے یعنی مضمون یا کہانی۔
3. تحریر A4 کے دو صفحات پر مشتمل ہو۔ اگر آپ کمپوز کرتے ہیں تو 16 کے فونٹ میں صرف ایک صفحہ۔
4. تحریر کے شروع میں "مقابلہ آپ بھی لکھیے (مضمون/کہانی)" واضح درج ہو۔ ساتھ اپنا اصل نام، ولدیت، ای میل، اسکول کا نام، مکمل ایڈریس، فون نمبر اور شہر کا نام لکھا ہو۔
5. طویل کہانی یا مضمون اور مکمل نقل کی گئی انٹرنیٹ والی تحریر مقابلے میں شامل نہیں کی جائے گی۔
6. کہانی بھیجنے کی آخری تاریخ 25 اکتوبر 2018ء ہے۔ اس کے بعد ملنے والی کہانی قابلِ قبول نہ ہوگی۔
7. کہانی/مضمون پہلے کسی رسالے یا سوشل میڈیا پر شائع نہ ہوا ہو اور نہ ہی نقل شدہ ہو۔

مقابلہ: آرٹ گیلری

قارئین! اگر آپ آرٹسٹ ہیں، بہترین پینٹنگ بنا سکتے ہیں تو پاکستان کے کسی بھی ثقافتی ورثے کی تصویر اپنے ہاتھوں سے بنا کر ہمیں ارسال کریں۔ بہترین تصویر بنانے پر آپ کو ملے گا زبردست انعام۔ تصویر کا سائز A4 ہونا چاہیے۔

مقابلہ: سیلفی ٹائم

دوستو! آپ پاکستان کے کسی ثقافتی علاقے یا کسی میوزیم میں سیر کرنے گئے ہوں اور وہاں کسی ثقافتی ورثے کے ساتھ کوئی یادگار تصویر بنائی ہو تو ہمیں "سیلفی ٹائم" میں بھیجیے۔ بہترین تصویر کے لیے ہوگا ایک زبردست انعام۔

ایڈریس: ماہنامہ الف نگر 43/11 ایف سی سی والا، گلبرگ IV۔ لاہور submissions.alifnagar@alifkitab.com

گل پری اور باغیچہ

زاہدہ عروج تاج

کیا ہم کبھی چاند کی سیر نہیں کر سکیں گے؟ گل پری پریشان ہو گئی۔

پرستان کے شمالی کونے میں ایک ننھی منی گل پری رہا کرتی تھی۔ گل پری کی ماں گلاشہ پری نے گھر کے باہر پھولوں کا ایک خوب صورت باغیچہ بنا رکھا تھا۔ جس میں بہت سارے رنگ برنگے پھول کھلے رہتے۔ گلاشہ پری اس باغیچے کی بہت دیکھ بھال کرتی تھی۔ اسے یہ باغیچہ بہت عزیز تھا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ پرستان کی ملکہ پری نے گلاشہ پری کو ایک منتر بتایا تھا اور کہا تھا کہ وہ پھولوں کے پودے اگائے۔ ان پودوں پر جتنے زیادہ پھول کھلیں گے، گلاشہ پری کی اڑنے کی طاقت اتنی زیادہ ہوتی جائے گی۔

گلاشہ پری کو چاند کی سیر کا بہت شوق تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ زیادہ سے زیادہ پھول اگائے تاکہ اس کی اڑنے کی طاقت میں اضافہ ہو اور وہ چاند کی سیر کو جا سکے۔ اس لیے گلاشہ دن رات پودوں کی دیکھ بھال کرتی۔ مگر ننھی گل پری اب بھی باغیچے میں آتی کوئی نہ کوئی پھول ضرور توڑ لیتی۔ گلاشہ پری کو اپنی بیٹی گل پری سے بہت پیار تھا اور اکثر گل پری کو سمجھاتی کہ پھول نہ توڑا کرے۔ اس سے اس کی اڑنے کی طاقت میں کمی آتی ہے۔ جس کی وجہ سے ہم چاند کی سیر پر نہیں جا سکیں گے۔ گل پری اس وقت تو کہنا مان لیتی اور پھول نہ توڑنے کا وعدہ کرتی مگر جب دوبارہ باغیچے میں آتی تو پھر سے چوری چھپے کوئی پھول توڑ لیتی۔ وہ سوچتی باغیچے میں اتنے سارے پھول ہیں، چند پھول توڑ لینے سے کیا فرق پڑے گا؟

ایک دن ننھی گل پری نے اپنی سب سہیلیوں کو اپنے گھر دعوت پر بلایا۔ کھانا کھانے کے بعد گل پری ان سب کو اپنی امی کا خوب صورت باغیچہ دکھانے لے آئی۔ باغیچہ دیکھتے ہوئے اپنی عادت سے مجبور گل پری نے چند پھول توڑ لیے۔ گل پری کو دیکھ کر باقی پریاں بھی پھول توڑنے لگیں۔ سب کی کوشش تھی کہ اس کا گل دستہ سب سے بڑا ہو۔ تھوڑی ہی دیر میں باغیچہ پھولوں سے خالی ہو گیا۔ اسی وقت گلاشہ پری گھر میں داخل ہوئی۔ اس نے جیسے ہی دور سے باغیچے کی حالت دیکھی تو اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

"اُف، یہ تم نے کیا کر دیا گل؟ اب ہم کیسے اُڑ پائیں گے؟" وہ پریشانی اور غصے سے بولی۔ گل پری نے جھجکتے ہوئے اڑنے کے لیے پر پھڑپھڑائے مگر یہ کیا؟ وہ اُڑ نہ سکی۔ "کیا میں اب کبھی نہیں اڑ سکوں گی؟" گل پری نے روتے ہوئے ماں سے پوچھا۔ گلاشہ پری اپنی بیٹی کو پریشان دیکھ کر غصہ بھول چکی تھی۔ گل پری کی سب سہیلیاں ادھر ادھر اُڑتی پھر رہی تھیں مگر گل اب اُڑ نہیں پا رہی تھی۔ "گل بیٹا! میں اسی لیے تمھیں پھول توڑنے سے منع کرتی تھی کیوں کہ اس سے ہماری طاقت کم ہوتی ہے۔ جب تم نے یہ غلط کام کیا تو تمہاری سب سہیلیوں نے بھی پھول توڑنا شروع کر دیے۔ اسی لیے سارا باغیچہ خالی ہو گیا۔"

"مگر اب کیا ہوگا ماما؟ کیا ہم کبھی اڑ نہیں سکیں گے؟ چاند کی سیر بھی نہیں کر سکیں گے؟" گل پری روتے ہوئے بولی۔

"کیوں نہیں گل بیٹا! ہم پھر سے پودوں کی دیکھ بھال کریں گے تو ان پر دوبارہ بہت سارے پھول لگ جائیں گے۔" گلاشہ نے کہا اور "میں اب کبھی پھول نہیں توڑوں گی۔" گل نے وعدہ کیا۔ "شاباش... پھر ہم جلد ہی چاند کی سیر کے لیے بھی جائیں گے۔" گلاشہ پری یہ کہنے کے ساتھ ہی باغیچے میں سے ٹوٹے ہوئے پھول اور پتے صاف کرنے لگی۔ گل پری نے ایک لمحہ کچھ سوچا اور پھر مسکراتے ہوئے ماں کا ہاتھ بٹانے لگی۔

☆......☆......☆

ایک تصویر - ایک عنوان

پیارے بچو! تصویر کو غور سے دیکھیں اور "ایک تصویر ایک عنوان" کے لیے کوئی خوب صورت سا عنوان لکھ کر ہمیں ارسال کریں۔

ماہ ستمبر کے شمارے میں "ایک تصویر ایک عنوان" میں بہت سے بچوں نے مختلف عنوانات ارسال کیے۔
بہترین عنوانات پر تین بچوں کو انعام کا حق دار قرار دیا گیا۔

(1) ارے بھائی! میں نے تمہاری گھاس نہیں کھائی۔ — ہاجرہ تحریم (کراچی)

(2) یہی تو ہے وہ اپنا پن۔ — ملائکہ بی بی (چکوال)

(3) ارے! ایک کان میں کیا باتیں ہو رہی ہیں؟ — ایان علی (راولپنڈی)

عنوان بھیجنے والے دیگر بچوں کے نام:

ماہ رخ (حیدرآباد)، حافظ یاسین (حیدرآباد)، خدیجہ بی بی (چکوال)، عمرین اصغر (لاہور)، علی حیدر (اٹک)، عدیل خواجہ (شیخوپورہ)، نازیہ شہود (...)، اسماعیل خان، احمد شہباز (جہلم)، محمد عدیل بن جمیل (چکوال)، عاطف شبیر (چکوال)، قرۃ العین (کراچی)، وسیم عباس (لاہور)، حماد بشیر (چکوال)، حماد بشیر (بہاولپور)، ریان نوی (چکوال)، معصومہ زہرا (چکوال)، ملائکہ قدیر (چکوال)، ارسلان اکرم (چکوال)، مارہ کنول (صادق آباد)، ورہ حیات (چشتی)، کرن زینب (چکوال)، جاسم شریف (لاہور)، جویریہ ساب (چکوال)۔

الف نگر
الف نگر کی جانب سے اسکولز کے لیے بہترین آفرز
بچوں کی ادبی اور اخلاقی تربیت کے ساتھ ساتھ اسکول کی ایڈورٹائزنگ کا بہترین موقع!
معروف ناول نگار عمیرہ احمد کی بچوں کے لیے لکھی گئی دل چسپ کتابیں حرف کہانی سیریز اور ماہنامہ الف نگر میگزین
اپنے اسکولز کی لائبریری کا حصہ بنائیں اور بن جائیں الف نگر اسکولز کلب کے ممبر!
GG
SCHOOL
الف نگر اسکولز کلب ممبرز کو حاصل ہوں گے درج ذیل فوائد!
(1) آپ کے اسکول میں ''آؤ بچو! سنو کہانی'' تربیتی پروگرام کے تحت اردو سٹوری ٹیلنگ سیشن بالکل فری دیا جائے گا۔
(2) آپ 30 سے 40 فیصد تک رعایتی نرخ پر ادارے کی کتابیں حاصل کر سکیں گے۔
(3) الف نگر میگزین ہر ماہ 50% رعایت پر حاصل کر سکیں گے۔
(4) بڑی کلاسز کے لیے کیریئر کونسلنگ سیشن کا اہتمام کیا جائے گا۔
(5) ادارہ اپنے فیس بک پیجز اور یوٹیوب چینل پر آپ کے سکول کو بھرپور کوریج دے گا۔
(6) آپ کے سکول سے ذہین طلبا کے علاوہ ٹیچر اور پرنسپل کو بھی الف ایوارڈ کے لیے منتخب کیا جا سکتا ہے۔
آئیے! ''الف نگر اسکولز کلب'' کا حصہ بنیے۔ تفصیلات کے لیے ابھی کال کیجیے! امیر احمد: 03315178929